نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ جنوری ۱۹۸۹ء

مَنِ ارتدَّ فاقتلوہ! الحدیث

جو مُرتد ہو جائے اُسے قتل کر دو!

سیاستدان ○ اَدیب ○ صحافی
دانشور ◎ بیوروکریٹس اور
حُکمران

مرزائیوں اور رافضیوں کی سرپرستی، حوصلہ افزائی اور ان کے ساتھ

غیرت سے محروم رواداری سے باز آجائیں!

یکے از مطبوعات:

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ — شعبۂ تبلیغ — عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

تبلیغی روح کہاں ہے؟

حالاتِ زمانہ کو تعجب سے دیکھتا ہوں۔ دُنیا کے لٹریچر کو افسوس سے مطالعہ کرتا ہوں۔ فضاؤں میں اسلام کے لئے برچھیاں تیرتی ہیں۔ لٹریچر میں نشتر چھپے ہیں۔ دُنیا کے پاک ترین انسان کو بدترین مخلوق کا رنگ دیا گیا ہے۔ دُنیا کے بہترین مذہب کو تاریک خیالات کا حامل بتایا گیا ہے۔ مگر ایسا کیوں ہوتا؟ غلامی جس قوم کا سیاسی امتیاز اور ساری قوم کا چند امراء کے ہاتھ کٹھ پتلی ہونا جس کی خصوصیت، ایسے امتیازات کی حامل قوم کے رُوحانی سردار کی کیا کوئی قدر کرے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃِ پاک سے دُنیا کی بے خبری کی ذمہ داری کس پر ہے؟ ہم پر! جنہوں نے دُنیا کو دین پر مقدم کر کے دین اور دُنیا دونوں برباد کر لیے ہیں۔ اے اسلام کے بے رُوح نوجوانو! کچھ سوچو کہ دُنیا ہم کو دیکھتی ہے اور ہماری صورت و سیرۃ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ و صورت کا اندازہ لگاتی ہے۔ درخت کی خوبی اس کے شیریں پھل ہیں کسی مذہب کی تعلیم کا اندازہ افراد پر اس کے اثر سے ہی تو لگایا جا سکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر مسلمان آتش بجان مجاہد اور عالی حوصلہ مبلّغ ہوتا، مگر نہیں۔ دُنیا عبرت کی نظر سے ہماری طرف دیکھتی ہے۔ جن لوگوں کی طرف نگاہیں عزت و احترام سے اٹھنی چاہییں تھیں آج نفرت اور حقارت کی نظریں ان پر پڑتی ہیں ـــــ مسلمان جوانوں کا تصور جب خود مجھے آتا ہے تو میں اُسے کھیت کے کنارے حقہ پی کر بیکار وقت ضائع کرتے پاتا ہوں یا شہر کی گلیوں میں سگریٹ سلگائے آوارہ پھرتے دیکھتا ہوں۔ کیسے شرم کی بات ہے؟ جنہیں چیونٹی سے زیادہ محنتی ہونا چاہیے تھا، وہ "نکھٹو مکھی" کی طرح ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر دوسروں کے آسرے زندہ ہیں، ایسے لوگوں میں رُوحِ جہاد اور رُوحِ تبلیغ ڈھونڈنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ ہر مسلمان اپنے طرزِ عمل پر غور کرے کہ اس نے اسلام کی ترقی کے لئے کبھی کام کیا؟ یا آئندہ اولاد میں کوئی ایسا جذبہ پیدا کر رہے ہیں کہ اپنی زندگی خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دیں؟ کھیت پر بیل ٹھیک نہ چلے تو بیچنے والے کو گالی دی جاتی ہے۔ بچہ بداخلاق ہو تو ماں باپ پر الزام دھرا جاتا ہے۔ اسی طرح بداطوار مسلمان اپنے رُوحانی بزرگوں کی بدنامی کا باعث ہیں ـــــ آخر یہ ہم کو ہو کیا گیا ہے؟ میں نے تو علماءِ دین تک کو دیکھا ہے جن کی روحِ تبلیغ کا شہرہ ہے، کہ عمر بھر سے خاکروب گھر پر آتا ہے مگر ان کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آؤ زندگی میں ایک دن اسے کلمے کی تبلیغ کر دیں۔ ساری عمر غیر مسلم ہمسایہ پہلو میں بستا ہے لیکن ایک لمحہ یہ خیال نہیں آتا کہ چلو چل کر اسلام کی خوبی اس کے ذہن نشین کریں۔ دوسروں پر اثر ڈالنے تو وہ اُٹھے جس نے خود مذہب کا اثر قبول کیا ہو۔ اس کاروبار سے فرصت ہو تو دین کی حقیقی ضرورتوں کی طرف دھیان جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ مذہب تبلیغی اور جہادی روح سے محروم ہو گیا۔ ایسی سوسائٹی تالاب کا پانی ہے جس کا کہیں نکاس نہ ہو اور گندہ ہو کر گندی مچھلیوں اور زہریلے مچھروں کی پرورش گاہ بن جائے۔ پس ہم اپنی بدعملی کے لحاظ سے اسلام کی جبین پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ اس بُرائی کے سدِّباب کی صورت یہی ہے کہ ہم بھلے بن جائیں۔ دنیا ہمارے عمل کو دیکھ کر نیک اثر قبول کرے۔ ہم میں ہر شخص مجاہد یا مبلّغ ہو جس کا سینہ ان دونوں سے سرد ہو تو دوزخ کی آنچ اس کے لئے بے بس ہے ـــــ "احرار" نامِ خدا زندگی میں ایک نیا عزم لے کر اُٹھے ہیں۔ ان میں بھی بعض نوجوانوں کو بیکار وقت ضائع کرنے والا دیکھتا ہوں۔ گو انہوں نے زندگی خدا کیلئے وقف کر رکھی ہے لیکن کئی کئی دن خدا کے کام سے غافل رہتے ہیں حالانکہ احرار کا فرض ہے کہ کسبِ معاش کے بعد اپنا ہر لمحہ اپنی صحت بنانے اور مخلوقِ خدا کی خدمت کر کے اسلام کا نام روشن کرنے میں صرف کرے۔ "احرار اور مردِ بیکار"، یہ بہت بڑا دھبہ ہے۔ اس سے بچنا چاہیے جسم میں بے تاب رُوح اور ان تھک ارادہ پیدا کر کے ملّت میں ہمت کی مثال قائم کرنی چاہیے۔ قوم کا کوئی حصہ تو سوچے کہ بے ہمتی نے ہمارا کیا حال کر دیا ہے؟ ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بچانا اور اسلام کو بلند کرنا چاہتے ہو تو زندگی کا پروگرام بناؤ، روز نئے عزم کے ساتھ دُنیا میں کام کرنے اٹھو، ورنہ ایک بدزبان کی بدزبانی روکنے کے لئے ساری قوم کو آتش زیرِ پا رکھنا دلیلِ دانائی نہیں۔

(اقتباس تاریخِ احرار)

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

سال اشاعت (۲)، سلسلۂ اشاعت (۱)

جمادی الأخریٰ ۱۴۰۱ھ، جنوری ۱۹۸۱ء

سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ

مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

رفقائے فکر

حضرت سید انور حسین نفیس رقم مدظلہٗ

سید عطاء المحسن بخاری

سید عطاء المؤمن بخاری

سید عطاء المہیمن بخاری

سید محمد کفیل بخاری

سید عبدالکبیر بخاری

سید محمد ذوالکفل بخاری

سید محمد ارشد بخاری

سید خالد مسعود گیلانی

عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا

عمر فاروق عمر ○ محمود شاہد

قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار

اس شمارے میں

دل کی بات ۔ سید عطاء المحسن بخاری ۲

آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار ۔ خادم حسین شیخ ۴

سیدنا معاویہؓ اور انکے ناقدین ۔ سید عطاء المحسن بخاری ۱۰

کچا گھر ۔ پہلی ملاقات ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ ۲۲

ضرورتِ نبوت ۔ حکیم محمود احمد ظفر ۲۵

مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ ۔ محمد عمر فاروق ۲۸

بیادِ افضل حقؒ (نظم) شورش کاشمیریؒ ۳۲

تلخ و شیریں ۔ مولانا محمد عبدالحق چوہان ۳۳

زبان میری ہے بات اُن کی ۔ آغا غیاث الرحمٰن انجم ۳۶

چمن چمن اُجالا ۳۹

رابطہ: مدرسہ معمورہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

فون نمبر ◎ ۷۲۸۱۳

قیمت: -/۲ روپے ◎ سالانہ -/۵۰ روپے

دل کی بات

جمہوریت کے فرزندو ! پاکستان پر رحم کرو

۴۷ء کے پاکستان اور ۸۸ء کے پاکستان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تب پاکستان بنانے کے لئے اللہ رسول ؐ، کعبہ، روضۂ رسول ؐ اور قرآن کے واسطے دے کر لوگوں کو پاکستان سمجھایا گیا۔ پاکستان مانگا گیا اور پاکستان بنایا گیا لیکن جب پاکستان دکھایا گیا تو اللہ، رسول، کعبہ، روضۂ رسول ؐ، قرآن و حدیث اور خلافتِ راشدہ کا نام و نشان تک نہ ملا۔ جن لوگوں نے ستر ہزار بہو بیٹیاں قربان کرکے یہ خطۂ زمین حاصل کیا تھا وہ بلبلا اٹھے اور انہوں نے حکمرانوں کو ۴۷ء میں کئے گئے وعدے یاد دلا کر انہیں شرم دلائی تو قومی زخموں پر مرہم کی بجائے ٹھنڈا اچھا "قرار دادِ مقاصد" کے نام سے سجا دیا گیا۔ کچھ لوگ مطمئن ہو کر منقار زیر پر ہو گئے مگر جو لوگ جدوجہد کے راستے میں اپنا سب کچھ قربان کر چکے تھے اور ان کی ہڈیاں بھی چیخ رہی تھیں وہ پھر آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کا نام بلند کرنے کی جدوجہد شروع کی تو حکمرانوں نے قوم کو ذرائع ابلاغ کے نرغے میں لے لیا کہ کونسا اسلام نافذ کیا جائے ؟ تو پاکستان کے ان واجب الاحترام بزرگوں نے حکمرانوں اور بیوروکریسی کے مفسدہ پردازوں کو منہ توڑ جواب دیا اور متفقہ طور پر ۲۳ ر نکات پر مشتمل اسلامی مملکت کے بنیادی اصول دیئے۔ لیکن سیاسی گنواروں نے ان اصولوں کو حکومتی سرد خانے میں منجمد کر دیا۔ پھر علماء نے سر جوڑ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو حکومتی سطح پر کچھ جدیدیت کے مریضوں کی صحبتِ ناجنس نے علماء کو سیاست کے وسیع کینوس پر بکھیر دیا۔ علماء نے سیاست کا وہ راستہ اختیار کر لیا جو اُن کے اسلاف نے ناپسند کیا تھا اور وہ جمہوریت کے کلبے باغ میں سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔ ۵۱ء سے ۸۸ء تک علماء نے الیکشن کے جماعتی و غیر جماعتی تجربات کئے مگر اس ایک عمر کی نوا گری کا صلہ کرب و اضطراب اور افتراق و انتشار کے سوا کچھ نہ ملا۔ ۸۸ء کے الیکشن میں مولوی گالی بن گیا اور دائیں بازو یا بائیں بازو کے رہنماؤں اور کارکنوں نے دین کو مسترد کرنے کے لئے ملّا ازم، ضیاء ازم ٹھاہ کے نعرے لگائے حتیٰ کہ دین کے نام پر شخصیت، مدارس، مساجد اور جائیداد بنانے والوں نے بھی یہی وطیرہ اپنا لیا۔ پی پی پی نے اقتدار کا شہد چکھتے ہی اُلٹی زقند لگائی اور مرزائیوں کو اندرونِ خانہ مکمل تحفظات کی یقین دہانی کرائی۔ "نسیم احمد" وزیر اعظم کا سایہ بن کے ساتھ ساتھ ہے۔ "الفضل" پر سے پابندی ہٹائی گئی۔ مرزائیوں، بدمعاشوں، چوروں، قاتلوں، ڈاکوؤں، زانیوں، شرابیوں کو جیلوں سے رہائی ملی۔ ساہیوال اور سکھر میں مسلمانوں کے قتل کے سزا یافتہ مرزائیوں کو معافی مل گئی۔ پی پی پی کے جیالے کارکن علماء کو

گالیاں بکنے میں اتارو پہلے ہی تھے، بگٹٹ بھی ہو گئے اور اس جمہوری حکومت نے بلوچستان کی اسمبلی انشاءغفیل کردی اور وزیر اعظم کہتی ہیں کہ مَیں تو اس معاملہ سے بے خبر تھی۔ وزیر اعظم کی یہ بے خبری کیا ان کی اہلیت و قابلیت کی علامت ہے؟ کیا اتنا کہہ دینے سے وزیر اعظم بری الذمہ ٹھہر تی ہیں؟ اگر فی الواقعہ وزیر اعظم اس سے بے خبر ہیں تو انہیں وزارت کا قلمدان تیاگ دینا چاہیے۔ یہ اتنا سنگین واقعہ اور خوفناک حادثہ ہے کہ اگر ایسا واقعہ برطانیہ میں پیش آتا تو اس کے کافر حکمران استعفٰی دے دیتے۔ اور اگر وزیر اعظم اس سے بری الذمہ ہیں تو پھر لاہور میں ایڈیٹرز سے ملاقات میں انہوں نے یہ کیوں کہا کہ یہ لوگ میرے پاس آتے رہے اور مجھ سے ملتے رہے، اور کبھی کچھ کہتے کبھی کچھ۔ ایک رات پہلے مجھ سے کہا کہ اسمبلی توڑ دیں مَیں نے کہا کہ یہ صوبے کا معاملہ ہے آپ خود نمٹائیں۔ اسی کو کہتے ہیں "عذرِ گناہ بدتر از گناہ"!

پھر وزیر اعظم نے کہا کہ یہ مرکز کے خلاف ایک سازش تھی ـــــ یہ متضاد گفتگو ناپختہ ذہن، ناتجربہ کاری اور نوعمری کی باتیں ہیں جو نااہلی کی واضح صورت ہے۔ صرف الیکشن جیت لینا ہی کوئی کمال نہیں بلکہ جس نظریہ کی بنیاد پر الیکشن جیتا اور حکومت حاصل کی ہے اس نظریہ کی حفاظت سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ موجودہ حکومت کے لئے جمہوریت سب سے بڑا چیلنج ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح ضیاء الحق شہید کے لئے اسلام سب سے بڑا چیلنج تھا۔ ماضی کے تمام حکمرانوں نے پاکستان کے عوام کے ساتھ بہت کڑوہ سلوک کیا ہے۔ پاکستان پہلے تو مملکتِ خداداد پاکستان کہلایا ـــــ پھر اس کے ساتھ اسلام چپکایا، پھر اس کے گلے میں جمہوریت کا پھندا ڈال دیا ـــــ اور اب پھر جمہوریت کی ڈگڈگی حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ اگر موجودہ حکومت پاکستان اور عوام کے ساتھ مخلص ہے تو اس کا اوّلین فرض ہے کہ وہ پاکستان کو کسی ایک شکل میں ڈھال دے: ـــــ پیپلز ری پبلک پاکستان ـــــ اسلامک ری پبلک پاکستان ـــــ مملکتِ اسلامی پاکستان ـــــ

پاکستان دنیا کا وہ واحد بدقسمت ملک ہے جس کے بارے میں آج تک یہی طے نہیں ہو سکا کہ کس نظریہ و فکر کا پاکستان ہے؟ ـــــ اور یہ سلوک وہی لوگ کر رہے ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ "ہم پاکستان کے ہیں اور پاکستان صرف ہمارا ہے ـــــ

موجودہ حکومت اخلاص و محبت کی روشنی اپنے عہدِ اقتدار میں اگر محسوس کرتی ہے تو عوام کو بھی ایک ہی نظریہ و فکر دے۔ تضاد اور دوغلے پن سے نجات دلائے ـــــ ہو سکتا ہے وہ کچھ کر گزرے مگر آثار اچھے دکھائی نہیں دیتے۔

ع : دستِ قاتل میں ہے تلوار، خدا خیر کرے!

علامہ نصیر الاجتہادی کے نام کھُلا خط

خادم حسین شیخ
ملتان

آہ ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

تیرے الفاظ و معانی سے سبھی واقف ہیں
خواہ کسی رنگ میں گلریزی و گلباری کر

روزنامہ جنگ لاہور کی اشاعت ۳۰ نومبر ۱۹۸۸ء میں "جنگ نیوز" کے حوالے سے کراچی سے ذاکر علامہ سیّد نصیر اجتہادی کا بیان چھپا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ :

"مسلم مملکت میں عورت کا سربراہ ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے بھی مسلم مملکت میں عورتیں سربراہِ مملکت رہی ہیں۔ ملکہ شجر تلدر جو خلیفہ عبدالعزیز کی صاحبزادی تھیں .... منبروں پر ان کے خطبے پڑھے گئے ...... اسی طرح رضیہ سلطانہ ملکۂ ہند بنیں ...... اور کسی عالم نے اعتراض نہیں کیا ..... اسی طرح ملکہ یمن فاطمہ بھی حکمران رہیں۔ ابھی حال ہی میں محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ کی صدارت میں پیش پیش جیّد علماء تھے .... ہمارے ملک کا قانون اجازت دیتا ہے کہ عورت انتخاب میں حصّہ لے سکتی ہے تو اکثریت کے بل بوتے پر وزیر اعظم کیوں نہیں ہو سکتی۔
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ تم پر ایک حبشی جس کا سر کشمش جیسا ہو، حاکم بن جائے تو اس کی اطاعت کرو، تو جب ایک اَن پڑھ بدو حبشی کی اطاعت کی جا سکتی ہے تو ایک دانا بینا فرزانہ، بے مثال، بے نظیر عورت کی اطاعت کیوں نہیں ہو سکتی۔"

علامہ صاحب ! بات تو اسلام کے حوالے سے نظریاتی سلطنت کی سربراہی کی ہو رہی ہے اور آپ مثالیں دینے چلے ہیں ملکۂ یمن اور خلیفہ عبدالعزیز کی صاحبزادی کی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مقابلے میں کوئی عربی ہو یا عجمی، پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مولانا مودودی، مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ طبری، ان سب کی حیثیت کیا ہے؟ آپ ان سب

کی باتوں کو سند قرار دیتے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں آپ کے نزدیک مسترد اور متروک ہیں یا آپکے نزدیک کسی بات کے سند ہونے کا معیار اُلٹا ہے کہ اپنے مخالف کی بات آپ بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی بات آپ کے لئے سند نہیں۔

آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور سے لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما تک کی کوئی مثال دیجئے کہ کسی عورت کو سربراہِ سلطنت تو کجا، کہیں چھوٹا سا عہدہ ہی دیا گیا ہو۔ یمن کی ملکہ کے مقابلے میں آپ کو کاشانۂ نبوّت کی ملکہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کیوں یاد نہیں آتیں؟ جن کے بارے میں (مسامرہ فی العقائد کے حوالے سے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اگر خلافت عورتوں میں چلتی تو حضرت عائشہؓ اس کی اہل تھیں"

یا آپ کے اپنے عقائد میں اگر عورت کی اِمامت اور سربراہی کا کوئی تصوّر موجود ہوتا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی امام ہوتیں کہ وراثت داماد سے نہیں اُولاد سے چلتی ہے۔

سیّد صاحب! آپ رضیہ سلطانہ کی بات تو کرتے ہیں، اُس اُم المومنین کی بات کیوں نہیں کرتے جنہیں ایک نابینا صحابی (حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتومؓ) کے سامنے آنے سے روک دیا گیا تھا، یعنی عورتوں کا مَردوں کے ساتھ گھُل مِل کر کام کرنا تو کجا غیر محرم نابینا مَرد کے سامنے بھی نہیں آسکتیں۔

پھر آپ محترمہ فاطمہ جناح کی مثال دیتے ہیں، فاطمہؓ بنتِ محمدؐ کی مثال کیوں نہیں دیتے کہ حضرت فاطمہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ رات کے اندھیرے میں اُٹھایا جائے کہ میرے جنازہ پر بھی غیر محرم مرد کی نظر نہ پڑے۔ نبیؐ کی بیٹی نے تو مَرنے کے بعد بھی مَردوں سے اختلاط گوارا نہیں کیا چہ جائیکہ زندگی میں کوئی عورت آزادانہ طور پر مَردوں کے دوش بدوش آنچل لہراتی اور بَل کھاتی پھرے۔

انٹرنیشنل جعادری پروفیسر وارث میر کی طرح کیا آپ بھی اُس زمانے کی خواتین حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت اسماءؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت سکینہؓ کو "آدھی عورت" تصوّر کرتے ہیں اور اس نام نہاد مہذّب دَور کی ٹی وی اناؤنسر مہتاب اکبر راشدی جو پردے جیسے قطعی حکم سے انکار پر بار بار اصرار کرکے خدا کے خوف کو آگ دکھا رہی ہے یا ٹی وی کے پروگرام "الھدیٰ" کے خلاف مظاہرہ کرنے والی بیگمات کی سربراہ بیگم صغریٰ رحیم یا پیدائشی حیا باختہ ننگی شاعرہ فہمیدہ ریاض جیسی عورتوں کو "مکمل" سمجھتے ہیں یا پھر آپ اُس پاکیزہ دَور کی مُقدّس خواتین کے مقابلے میں آج کی مادر پدر آزاد عورت کو زیادہ ذہین وفطین گردانتے ہیں یا یہ بات

تسلیم کیجئے کہ حضرت علیؓ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آپ اور آپ جیسے دوسرے علامہ فہامہ زیادہ سمجھ دار ہیں کہ اُن پر تو عورت کی قابلیت نہ کھل سکی اور آپ پہ "اِلقا" ہو گیا کہ اِسلام میں عورت بھی امام اور سربراہ ہو سکتی ہے۔

اِجتہادی صاحب! ایک موقع پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہیں جا رہے تھے، آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد عورتوں اور بچوں پر نگران مقرر کیا۔ کیا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا کسی اور مُسلم خاتون کو نگران مقرر نہیں کر سکتے تھے کہ حضرت علیؓ بھی آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کر لیتے؟ اور اِسی حوالے سے علامہ صاحب! آپ قرآن پاک کے حکم: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ کی وضاحت بغیر کسی تاویل وہیر پھیر کے فرمانا پسند کریں گے کہ ایک جرمن اخبار کے مطابق: "بینظیر نے اللہ میاں کو دُوقی شکست دے دی ہے۔" (معاذ اللہ) یا اِس آیت کا اطلاق اِسلامی معاشرے کے لئے ہے پاکستانی معاشرے کے لئے نہیں؟۔

ظاہر ہے کہ نبیؐ کی نظر میں مَرد کے مقابلے میں عورت نگران کا بہتر کام نہیں کر سکتی تھی، آپ نے فرمایا:

"وُہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کی زمامِ اقتدار کسی عورت کے ہاتھ میں ہو۔"

(معاف کرنا اِس کامیابی سے مُراد دُنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ہے)۔

"جب تمہارے امور عورتوں کے ہاتھ میں چلے جائیں تو تمہارے لئے زمین کے ظاہر سے زمین کا پیٹ بہتر ہے۔" (الحدیث)

عورت ناقص العقل ہے، متلوّن مزاج ہے، بدلتی رہتی ہے، صبح کچھ، شام کچھ، خلافت کیلئے حضرت آدم کو پیدا کیا گیا تھا حضرت حوّا کو نہیں۔

فرشتوں سے سجدہ حضرت آدم کو کرایا گیا تھا حضرت حوّا کو نہیں۔

عورت ناقص الدین ہے۔ تعویذ گنڈوں، جادو ٹونے کے لئے عورتوں کی قطاریں نظر آئیں گی، مَردوں کی نہیں وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والی عورتوں کی شر سے) میں عورتیں مُراد ہیں مَرد نہیں۔ یُوسف علیہ السلام پر تہمت کے واقعہ میں قرآن نے کہا: اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ "تم عورتوں کا مکر بہت زبردست ہے۔" سوا لاکھ نبیوں میں ایک بھی عورت نہ تھی سب مَرد تھے۔

اِجتہادی صاحب! کیا یہاں آپ یہ کہیں گے کہ خداوندِ کریم میں طاقت نہ تھی کہ نبیوں جیسے اوصاف

والی کوئی عورت پیدا کر سکتا ہے؟۔

قرآن مجید میں دُنیائے اِنسانیت کو بنی آدم کے نام سے پکارا گیا ہے، بنی حوّا سے نہیں۔ آپ کی بیان کردہ حدیث میں سربراہ کے لئے حبشی کا لفظ ہے حبشن کا نہیں۔ عورت محرم کے بغیر حج وعمرہ نہیں کر سکتی۔ عورت جنازہ نہیں پڑھ سکتی۔ عورت اذان نہیں دے سکتی کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ نکاح کے لئے ولی کا مرد ہونا لازمی ہے، عورت کسی کی ولی نہیں بن سکتی۔

"اگر مرد گواہ نہ ہو تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہو تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے" (بقرہ: ۲۸۲)

اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو فضیلت دی ہے وہ کسی مرد کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ عورت کی تخلیق کا مقصد انسان کی تکثیر اور اس کی تعلیم و تربیت و پرورش ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ ہے۔ نیک عورت خدا کا بہترین عطیہ ہے۔ جس گھر میں تعلیم یافتہ اور نیک ماں ہے وہ گھر انسانیت اور اعلیٰ تہذیب کی یونیورسٹی ہے۔ اچھی عادات والی نیک اور پارسا عورت اگر فقیر کے گھر میں بھی ہو تو اُسے بھی بادشاہ بنا دیتی ہے۔ عورت قابلِ احترام ہے کہ اُس نے نبیوں اور ولیوں کو جنم دیا ہے۔ جنّت ماں کے قدموں تلے ہے۔ رسولِ پاکؐ نے تین دفعہ ماں کی خدمت کی تاکید فرمائی ہے اور چوتھی دفعہ باپ کی۔

مرد اور عورت، دونوں میں کسی کی بھی اہمیت کم نہیں۔ ہاں عورت و مرد کا دائرۂ عمل مختلف ہے۔ جس طرح مرد عورتوں کے طبعی فرائض پورے نہیں کر سکتا اِسی طرح عورت کی طاقت میں نہیں کہ وہ مردوں کے تمدّنی مشاغل میں حصّہ لے سکے۔ عورت کو جہادِ زندگی میں مردوں کے دوش بدوش کر دیا جائے تو وہ اپنی نسوانیت کھو دے گی اور یہ ایک ایسا نقصان ہوگا جس کی تلافی ممکن نہیں۔

باقی رہی آپ کے بیان کی یہ بات کہ اُن دنوں کسی عالم نے کوئی اعتراض نہ کیا، اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی عالم گونگا شیطان بن جائے تو بُرائی بُرائی نہیں رہتی نیکی بن جاتی ہے۔ اور علامہ صاحب! کسی دور کے دو چار علماء کی غلطی قانون کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ ایسے علماء کے مقابلے میں تو موجودہ اسمبلی کی ایک عورت رُکن (آمنہ بی بی) ہی اچھی جس نے عورت کی سربراہی کے خلاف اسمبلی سے واک آؤٹ تو کیا جبکہ آپ ایسے کئی منقار زیرِ پر علماءِ سُو کی خاموشی کی وجہ سے نائٹ کلبوں، ہوٹلوں میں جشن کے نام پر ایک تیسری جنس شراب پی کر غل غپاڑہ کرتی رہی، ناچتی رہی، تھرکتی رہی اور نعرے لگاتی رہی "مولوی ٹھاہ"! "بانگا ٹھاہ"! "مُلاں ٹھاہ"! اور نام نہاد علماء کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ انہیں علماء کے نام پیغام ہے کہ ے

خُلد میں اِن پری زادوں سے لینا اِنتقام
اِن دنوں بہتر ہے اِن سے جُوتیاں کھاتے رہو

اِجتہادی صاحب ! آپ نے کہا ہے کہ حدیث کے مُطابق "حبشی بھی تمہارا حاکم ہو تو اُس کی اطاعت کرو" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا مقابلہ آج کے فاسق وفاجر انسان سے کر رہے ہیں۔ گویا یہاں بھی آپ اپنی رافضیت کا مظاہرہ کرنے سے نہیں چُوکے کہ صحابہ کرام رضی کے خِلاف ژاژ خائی آپ کا پُرانا شیوہ ہے یا آپ لوگوں کو یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ اِسلام میں سَربراہ کا کوئی معیار نہیں ہوتا اَور اگر آپ کا یہ ایمان ہے کہ رسولِ کریم کا یہ فرمان ہر دَور کے لئے ہے اَور اس فرمان کا اطلاق بلاتمیز ایک اطاعت شعار مسلمان اور ایک فاسق وفاجر، ہر ایک پر برابر ہوتا ہے تو کیا آپ درجِ ذیل سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں گے کہ اس حدیث کی مَوجودگی میں :

۱ : آپ کے آقائے ولی نعمت " خمینی " نے شاہِ ایران کی اطاعت کیوں نہ کی ؟

۲ : یزید (ایک تابعی) کو جب بائیس صُوبوں کے مُسلمانوں نے اپنا حاکم بنا لیا تھا تو اُس وقت حضرت حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کیوں نہ کیا ؟

۳ : خود آپ اَور آپ کی جماعت کے لوگوں نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہیدؒ کی اطاعت کیوں نہ کی ؟

علاّمہ صاحب ! آپ کا یہ بیان پڑھ کر یُوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے پاکستانی عوام کو بیوقوف بنا کر مذموم حیلہ گری سے کام لے رہے ہیں۔ جو کچھ آپ ہیں اور جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں صاف کیوں نہیں کہتے ؎

صاف چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
کیا پَردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

علاّمہ صاحب ! مُروجہ نظامِ ریاست سَراسَر اسلام کے خِلاف ہے۔ جمہوریت میں طاقت کا سَرچشمہ عوام ہیں جبکہ اسلام میں طاقت کا سَرچشمہ اَللہ تعالیٰ ہے۔ اِسلام میں جمہوریت نام کی کوئی خباثت نہیں۔ یہ تو ساری دُنیا کو اپنے جال میں پھنسائے رکھنے کے لئے یہودیوں کا خوبصورت فریب ہے جس میں (ون مین ون ووٹ) ہر ایرہ غیرہ کو رائے دینے کا حق دیا گیا ہے۔ ایک چھوٹے سے گھر میں اگر کوئی نالائق ہو تو اُس سے رائے لینا ضروری نہیں سمجھا جاتا مگر جمہوریت میں ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے پروفیسر، اساتذہ، ڈاکٹر، انجینئر، سکالر، جج

ڈاکو، چور، لٹیرے، اغواکنندہ، بلیک مارکیٹر، رسہ گیر، فاسق فاجر، ظالم، عادل، زانی، شرابی، دھوکے باز، فسادی، عالم، قاتل، سب برابر ہیں، سب کو رائے (ووٹ) دینے کا حق ہے۔ جس میں ملک کا چنا ہوا دماغ چیف جسٹس ایک طرف ہو اور سو بدمعاش ایک طرف، تو جمہوریت کہتی ہے چیف جسٹس کے مقابلے میں سو بدمعاشوں کو حکومت بنانے کا حق حاصل ہے اور پھر وہ سو بدمعاش اپنا ایک سردار چنتے ہیں۔ اس طرح دنیا کی ظالم سرمایہ دار یہودی لابی کو ڈاکوؤں اور بدمعاشوں سے اس سردار سے ساز باز کرکے دوسرے ممالک میں بھی اپنے مفادات کے لئے فیصلے کرانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمے آید

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردے میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

گرمیٔ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے کبھی محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے ہیں خوب آزادی نے پھندے

میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

اقبالؒ

اسی جمہوریت کی پذیرائی کے لئے حالیہ الیکشن میں آپ کی جماعت نے لوگوں سے بی بی زینبؓ اور بی بی فاطمہ رضؓ کا واسطہ دے کر ووٹ مانگے کہ اگر ہمیں ووٹ نہیں دوگے تو قیامت کے دن ان پاک بیبیوں کے سامنے شرمندہ ہوگے۔ اب آپ کے اسی جمہوری اصول کے مطابق آپ کی جماعت اقلیت میں رہی، یعنی مردود و مسترد ٹھہری

بقیہ ص ۱۲ پر

سیّد عطاء المحسن بخاری

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آخری قسط

اور عہدِ حاضر میں ان کے ناقدین

اس سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عمار کو صحابہ کے مقابلہ میں آنے والا باغی ٹولہ قتل کرے گا اور باغی ٹولہ وہی ہے جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا تین ماہ محاصرہ کیا۔ مسجد نبوی کی حرمت پامال کی۔ حرم رسول سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا کو سواری سے نیچے دے مارا۔ حضرت عثمان پر چالیس دن پانی بند کیا۔ انہیں شہید کیا۔ ان کی بیوی کے بال نوچے، ان کی انگلیاں کاٹ پھینکیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے سیدنا علی کی صلح کے بعد رات کے تیسرے پہر میں شب خون مارا اور دونوں گروہوں کو لڑا دیا۔ اور حرمِ رسول کی بے عزتی کی۔ سیدنا علی کو دھوکہ دیا۔ پھر سیدنا علی نے ان پر تین مرتبہ لعنت بھیجی اور ان سے بیزاری کا اعلان کیا۔

آپ کو یہ ٹولہ نظر نہیں آتا ان کی خباثتیں آپ کو تاریخ میں نظر نہیں آتیں۔ اسی ٹولہ نے سیدنا زبیر بن عوام کو قتل کیا۔ یہ بھی آپ کو نظر نہیں آتا۔ کمالِ عقل و دانش اور حسن تحقیق تو یہ ہے کہ صحابہ کا دفاع کیا جائے نہ کہ صحابہ کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ دیوبندیت کو بچایا جائے اور حضرت معاویہ کو صورتاً باغی ضرور ثابت کیا جائے کہ یہ حق ہے؟

شعر تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

قتل عمار کے مسئلہ میں سیدنا معاویہ کو متہم بالقتل کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی مذہبی جانور ان ناقدین کی پیروی میں سیدنا علی کو قاتلِ عثمان کہے اور تاویل یوں کرے کہ اگر حضرت علی کھڑے ہو جاتے تو مالک الاشتر جو حضرت علی کا معتقد تھا کبھی حضرت عثمان پر حملہ آور نہ ہوتا یہ بھی حقیقۃً نہیں صورتاً تائید ہے خاموشی بھی تو تعاون ہے۔

یہ دونوں تاویلیں غلط ہیں۔ بلکہ جہالت ہیں حضرت عمار کو اُسی اشتری ٹولہ نے قتل کیا اور یہ بات شک و شبہ سے ماوراء ہے۔ تاریخ بہ بانگِ دہل پکار رہی ہے مگر پاکستانی، ہندوستانی دیوبندی بریلوی اہلِ حدیث علی العموم اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ شیعانِ معاویہ ہی قاتل ہیں۔ اللہ ان مریضوں کو شفاء عطا فرمائے۔

پھر ان بے رحم ناقدین نے نہایت ڈھٹائی سے سیدنا علی پر یہ تہمت باندھی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اخواننا قد بغوا علینا[1] مگر اس کے صفحہ کا حوالہ نہیں دیا ہم نے پھر بھی اسے تلاش کیا اور پا لیا۔ اس پر حاشیہ[1] دے کر البدایہ والے نے لکھا ہے سقط من المصریۃ۔ یعنی یہ جملہ مصری قلمی نسخہ میں نہیں ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ ایک صحابی کو مطعون و ملزم قرار دینے کیلئے آپ نے سفاہت و سلجیت سے بھی استفادہ و استدلال نہیں چھوڑا۔ حالانکہ صحابی کی شخصیت و کردار کے مقابلہ میں تو صرف قرآن و حدیث اور اس کی مطابقت میں تاریخی واقعات و شواہد ہی معتبر و معتمد ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اور آپ کے عجمی و ہندی اسلاف جو کہیں، جو لکھیں، جو بیان کریں جو استدلال کریں وہ "ایجادِ بندہ" کے زمرے میں آئے گا۔ قرآن و حدیث کے منشاء کی ذیل میں ہرگز نہیں آتا۔ اگر شیعانِ معاویہ اور خود حضرت معاویہ معاذ اللہ باغی تھے تو سیدنا علی نے کیوں ان باغیوں کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور باغیوں کی مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگیں؟ ظاہر ہے کہ یہ کام تبھی ممکن ہے جب سیدنا علی نے ان کی بغاوت معاف فرما دی ہوگی۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب حضرت علی نے انہیں پہلے خود معاف کیا پھر اللہ سے مغفرت مانگی تو آپ بھی ان کی جان چھوڑ دیں مگر ناقدینِ معاویہؓ اپنی غلط رائے کو اصابتِ فکر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ ہائے افسوس اس عقلِ خام پر کہ

بلبل کی انتڑیوں میں رگِ گل کی پھانس ہے

انہی ظلم پیشہ ناقدین نے ایک اور ظلم کیا کہ جناب: البدایہ ص۲۲۶ پر ابن کثیرؒ نے حضرت معاویہ کو باغی کہا ہے اب جو ہم نے اس کی تلاش شروع کی تو ص۲۲۶ پر اس عبارت کا نام و نشان تک نہ ملا ہمیں ناقدین کے جھوٹا ہونے کا قطعاً شک نہیں مگر کم علمی و کم مائیگی کا یقین ہے جو صحیح نکلا انہوں نے یہ عبارت "خلافت و ملوکیت" سے ادھار لی ہے اور بلا تحقیق نقل کر دی مگر ہم اس کی تلاش میں ص۲۲۶ سے ص۲۶۶، ص۲۶۷ تک دیکھتے چلے گئے۔

جس عبارت کو ان کور بصروں نے ابن کثیر کی رائے لکھا ہے اس کی حقیقت عبارت کے آغاز سے یوں ہے:

وقد ذکر ابراهیم ابن الحسین ابن دیزیل	ابن دیزیل نے قتلِ عمار بن یاسر کا ذکر یوں کیا ہے۔
البدایہ ص۲۶۶	

---

[1] ترجمہ: بے شک ہمارے بھائیوں نے ہم سے سرکشی کی

اس کے آخر میں ہے۔

وبان وظهر بذلك سر ما اخبر به الخ ص۲۶۷

قتل عمار کے اس حادثہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عمار کی قاتل پارٹی باغی گروہ ہوگا اور مزید واضح ہوا کہ علی حق پر ہیں اور معاویہ باغی

اس سے آگے پھر ذکر ابن جریر کی عبارت اسی صفحہ پر موجود ہے اور یہ طریقہ ہے ابن کثیر کا کہ وہ تمام اسلاف مورخین کی عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ دونوں عبارتیں ذکر کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں۔ پہلی ابن دیزیل کی اور دوسری ابن جریر کی اور اس سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ابن کثیر کی رائے نہیں مگر ان اعجام اُستقام کو اصرار ہے کہ یہ ابن کثیر نے کہا ہے۔

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یہ دروغ بافی ناقدین معاویہ کا ہی حصہ ہے۔ ایسے بوسیدہ و ژولیدہ استدلال کا شاہکار انہی کے فکرِ لنگ کا دُرِ شہوار ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی صحابہ رسول علیہم السلام کی شخصیت کشی کے درپے ہوتا ہے تو اللہ اس کو سزا دیتا ہے پھر اس سے ایسی ایسی یاوہ گوئیاں سرزد ہوتی ہیں کہ پناہ بخدا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان زند

رفض کے رائحۂ غلیظہ سے لذت اندوز ہونے والے اور لطف اُٹھانے والے میری ذات اور میرے گھرانے کے بارے میں جو ہرزہ سرائی اور ژاژ خائی بھی کریں، کرتے رہیں میں یہ معاملہ اللہ پر اٹھا رکھتا ہوں۔ ان تہمتوں اور الزام و دشنام کا انتقام لینے پر وہ پوری طرح قادر ہے۔

ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم یزیدی ہیں اور یہ کہ یزیدی ہونا شرافت سے خارج ہونا ہے اور اہل سنت سے بھی خارج ہونا ہے۔ ذیل میں ایک فہرست اور چند حوالے اور اقوال درج کرتا ہوں۔ ناقدین تہمت طراز اور شاتم خود آئینے میں اپنا رُخِ تاریک ملاحظہ فرمائیں۔

سنہ ۵۶ھ میں حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے یزید کی ولی عہدی کا مشورہ دیا۔

(البدایہ ج ۸ ص۷۹)

۲۔ اسی سال حضرت معاویہ نے تمام صوبوں کے عمال کی طرف خطوط لکھے۔

فبایع لہ الناس فی سائر الاقالیم	تمام صوبوں کے لوگوں نے بیعت کرلی۔

۳۔ اسی سال مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ نے خود یزید کی بیعت لی۔

و بایع الناس لیزید (البدایہ ج ۸ ص۸۰)	تمام لوگوں نے امیر معاویہ کی یزید کے لئے بیعت کی

حضرت معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کیوں لی؟ سیدنا عبداللہ ابن عمر کے سوال پر یوں فرماتے ہیں!

اِنِّیْ خِفْتُ اَنْ اَذَرَ الرَّعِیَّۃَ من بعدی کالغنم المطیرۃ لیس لہا راع (البدایہ ج ۸ ص۸۰)	میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں رعایا ———— کو بکھرے ہوئے ریوڑ کی طرح چھوڑ جاؤں جس کا ہانکنے والا کوئی نہ ہو۔

۵۔ پھر حضرت معاویہ نے دعا فرمائی اس دعا کو بھی قارئین ملاحظہ کریں اور ناقدین کے مکروہ رویوں پر غور فرمائیں۔

اَللّٰہُمَّ اِنْ کُنْتَ تعلم انی ولّیتہٗ لأنہ فیما اراہ اھلٌ لذلک فاتمم لہ ما ولیتہٗ وان کنت ولّیتہٗ لانّی اُحبُّہٗ فلا تتمم لہ ما ولیتہٗ (البدایہ ج ۸ ص۸۰)	اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یزید کو اس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ اس کا اہل ہے تو تُو اس کی تکمیل فرما اور اگر میں نے صرف محبتِ پدری کی بنیاد پر اس کو یہ منصب دیا ہے تو اس کی تکمیل نہ کر۔

۶۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارضِ روم پر سولہ کامیاب حملے کئے اور ہر حملے میں یزید شریکِ لشکر تھا۔

وکان فی جملۃ من اغزیٰ ابنہ یزید ومعہ خلق	یزید تمام جنگوں میں شریک تھا اور اس کے ساتھ صحابہ کی کثیر تعداد تھی۔

من الصحابة (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۳)

۷۔ ۵۱ھ میں

وقد کان فی الجیش الذین غزو القسطنطینیۃ مع ابن معاویۃ یزید فی سنۃ احدی وخمسین	قسطنطنیہ کے جہاد میں سیدنا حسین یزید ابن معاویہ کے ساتھ تھے۔
(البدایہ ج ۸ ص ۱۵۱)	
۸۔ فلما مات معاویۃ سنۃ ستین وبویع لیزید بایع ابن عمر وابن عباس	۶۰ھ میں جب حضرت معاویہ کا وصال ہوا تو حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے یزید کی بیعت کی۔
(البدایہ ج ۸ ص ۱۵۱)	
فلما جاءت البیعۃ من الامصار بایع ابن عمر مع الناس۔	۶۰ھ میں جب یزید کی بیعت تمام شہروں میں ہوگئی تو ابن عمر نے تمام لوگوں کے ساتھ یزید کی بیعت کرلی۔

۹۔ ۶۰ھ میں سیدنا معاویہ کی موت کی خبر عام ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابن زبیر مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ آ رہے تھے تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر ان دونوں بزرگ زادوں کو ملے اور پوچھا مدینہ کا کیا حال ہے تو ان دونوں نے فرمایا؛

موت معاویۃ والبیعۃ لیزید ابن معاویۃ فقال لھما ابن عمر اتقیا اللہ ولا تفرقا بین جماعۃ المسلمین	معاویہ کی موت کی خبر ہے اور یزید کی بیعت ہو رہی ہے تو ابن عمر نے کہا دونوں اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی اجتماعیت پارہ پارہ نہ کرو۔
(البدایہ ج ۸ ص ۱۴۵)	

۱۰۔ سیدنا ابوایوب انصاری اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ خالد ان کا نام ہے والد کا نام زید، دادا کا نام کلیب ہے۔ بنو خزرج کے سربرآوردہ بزرگ تھے۔ میزبانِ رسول کا شرف انہیں حاصل ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئی اور مغفرت کی بشارت سُن رکھی تھی۔ ۵۲ھ میں حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تو یزید افواجِ اسلامیہ کا سپہ سالار تھا۔ حضرت ابوایوب اسی لشکر میں تھے اور اسی سال آپ کا انتقال ہوا ملاحظہ ہو۔

وکانت وفاتہ ببلاد الروم قریباً من سور قسطنطینیۃ من ھذہ السنۃ وقیل فی التی قبلھا وقیل فی التی بعدھا وکان فی جیش یزید ابن معاویۃ والیہ اوصیٰ وھو الذی صلی علیہ (البدایہ ج ۸ ص ۵۸)

حضرت ابوایوب کا انتقال بلادِ روم میں قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب ہوا بعض کہتے ہیں اسی سال بعض کہتے ہیں پہلے بعض کہتے ہیں بعد میں۔ ابوایوب یزید بن معاویہ کے لشکر میں تھے انتقال کے وقت آپ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ یزید پڑھائے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب کا جنازہ یزید ابن معاویہ نے پڑھایا۔

(۱۱) وقد اورد ابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویۃ کلھا موضوعۃ لایصح شئی منھا (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۱)

حضرت معاویہ کے فرزند یزید کے بارے میں جتنی روایات ابنِ عساکر نے روایت کی ہیں۔ تمام موضوع ہیں ان میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔

اور بدقسمتی سے یہی روایات ناقدین کی مضبوط جارحیت کا قلعہ ہیں۔

(۱۲)۔ یزید امیر المؤمنین ہیں اور راویٔ حدیث بھی — ! ابوزرعہ دمشقی نے انہیں تابعین کے طبقۂ علیا میں شمار کیا ہے اور ان سے بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔

ھو یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان ابن صخر ابن حرب بن امیۃ بن عبد الشمس امیر المؤمنین ابوخالد الاموی

تین سطروں کے بعد لکھا ہے،

روی عن ابیہ معاویۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال من يرد الله به خيراً يُفقّهه في الدين، وحديثاً آخر في الوضوء وعنه ابنه خالد وعبد الملك ابن مروان۔ وقد ذكره ابو زرعة الدمشقي في الطبقة تلی الصحابة وهی العُليا وقال له احاديث ۔ (البدايه ص٢٢٦، ص٢٢٦ ج ٨)

١٣: وقد كان عبد الله بن عمر بن الخطاب وجماعات اهل بيت النبوّة ممن لم ينقض العهد ولا بايع احداً بعد بيعته ليزيد كما قال الامام احمد۔

حدثنا اسمٰعيل بن علية حدثنی صخر بن جويرية عن نافع قال لما خلع الناسُ يزيد بن معاوية جمع ابن عمر بنيه و اهله ثم تشهد ثم قال اما بعد فانا بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله وانی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: ان الغادر ينصب له لواءٌ يوم القيٰمة يقال هذه غدرة فلان وان من اعظم الغدر الا ان يكون الاشراك بالله ان يُبايع رجلٌ رجلا على بيع الله ورسوله ثم ينكث بيعته فلا يخلعن احد منكم يزيد ولا يسرفنّ احدٌ منكم في هذا الامر فيكون الفيصل بيني و بينه۔ وقد رواه مسلم والترمذی من حديث صخر بن جويرية وقال الترمذی حسن صحيح۔

١٤: ایک سطر بعد پھر عبارت یوں ہے:

ولما رجع اهل المدينة من عند يزيد مشی عبد الله ابن مطيع واصحابه الی محمد بن حنفية فارادوه علی خلع يزيد فابی عليهم فقال ابن مطيع إن يزيد ليشرب الخمر ويترك الصلوٰة ويتعدی حكم الكتب فقال لهم ما رأيت منه ما تذكرون وقد حضرتُه واقمتُ عنده فرأيتُه مُواضباً على الصلوٰة متحرّياً للخير يُسألُ عن الفقه ملازماً للسنّة۔

قالوا فان ذلك كان منه تصنّعاً لك

فقال وما الذی خاف منی او رجا حتی یظہر الی الخشوع؟

أفأطلعکم علی ما تذکرون من شرب الخمر؟ فلئن کان اطلعکم علی ذلک انکم لشرکاءہ، وان لم یکن اطلعکم فما یحل لکم ان تشہدوا بما لم تعلموا قالوا انہ عندنا لحق وان لم یکن رأینا۔

فقال لھم ابی اللہ ذالک علی اھل الشہادۃ فقال الا من شہد بالحق وھم یعلمون (القرآن الکریم)

ولست من امرکم فی شئی، قالوا فلعلک تکرہ ان یتولی الامر غیرک فنحن نولیک امرنا قال ما استحل القتال علی ما تریدوننی علیہ تابعاً ولا متبوعاً۔ قالوا فقد قاتلت مع ابیک قال جیئونی بمثل ابی اقاتل علی مثل ما قاتل علیہ فقالوا فمر ابنیک ابا القاسم والقاسم بالقتال معنا، قال لو امرتہما قاتلت قالوا فقم معنا مقاماً تحض الناس فیہ علی القتال قال سبحان اللہ امر الناس بما لا افعلہ ولا ارضاہ اذاً ما نصحت للہ فی عبادہ قالوا اذاً نکرھک قال اذا امر الناس بتقوی اللہ ولا یرضون المخلوق بسخط الخالق وخرج الی مکۃ۔

(البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲، ص ۲۳۳)

بقیہ از صفحہ ۹

آپ اور آپ کے حواریین قیامت کے دن ان نفوس قدسیہ کو کیا منہ دکھائیں گے کہ صرف لیلائے اقتدار سے ملاپ کے لئے آپ لوگ اُن کا نام فروخت کرتے رہے۔

علامہ صاحب! آپ صرف اپنے مفادات کی خاطر جمہوریت جیسی گندگی سے اسلام کو کیوں آلودہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سیدھی بات کریں کہ پاکستان بے شک مسلمانوں کا ملک ہے مگر نظام ریاست اسلامی نہیں ہے۔ اور یہاں پہلے کون سے اسلامی قوانین پر عمل ہو رہا ہے جو اس سربراہی مسئلے ہی میں کوئی قباحت محسوس کی جائے۔

رَواں ترجمہ :

۱۲ : یزید اپنے والد معاویہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیں اسے دین کی سمجھ عطاء فرما دیتے ہیں اور دُوسری حدیث وضوء کے بارے میں ہے اور ان سے ان کے فرزند خالد اور عبدالملک ابن مَروان روایت لیتے ہیں اور ابوزرعہ دمشقی نے یزید کو حدیث کے تابعی راویوں کے طبقۂ علیا میں شمار کیا اور کہا ہے کہ ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں ۔ (البدایہ صہ ۲۲۶ ، ۲۲۷ ج ۸)

۱۳ : حادثۂ کربلا کے بعد جب مدینہ منورہ میں شورشِ برپا ہوئی تو سیدنا عبداللہ ابن عمر اور خاندانِ اھلِ بیت نبوّت نے اپنا عہد نہیں توڑا اور یزید کی بیعت کے بعد کسی کی بیعت نہ کی جیسے کہ امام احمد نے کہا ہے کہ جب بعض لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑی تو عبداللہ ابن عمر نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا حمد و ثناء کے بعد فرمایا ، بیشک ہم نے (یزید) اس شخص کی بیعت اللہ و رسول کی بیعت کی بنیاد پر کی ہے اور میں نے تو حضور علیہ السلام سے یہ بات سُنی ہوئی ہے حُضور کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دِن ہر غدار کا جھنڈا نصَب ہوگا اور کہا جائے گا یہ فُلاں ابن فُلاں کی غدّاری کی علامت ہے اور شرک سے دَرے دَرے سب سے بڑی غدّاری یہ ہے کہ پہلے تو کسی کی بیعت کی جائے اور پھر عہد شکنی کی جائے ۔

پس ہرگز ہرگز تم میں سے کوئی نہ تو یزید سے بیعت توڑے اور نہ ہی (شورشِ مدینہ) اس معاملہ میں تم میں سے کوئی زیادتی کا مرتکب ہو ورنہ تمہارے اور میرے مابین یہی بات فیصلہ کن ہوگی یہی روایت مسلم اور ترمذی نے صخر بن جویریہ سے بیان کی ہے اور ترمذی نے اسے صحیح و حسن کہا ہے

یزید کے مُخالفوں اور حامی کا دِلچسپ مکالمہ :

۱۴ : جب مدینہ کے لوگ یزید کے ہاں سے واپس لوٹے تو عبداللہ ابنِ مطیع اور ان کے ساتھی حضرت محمد بن علی ابن ابی طالب (محمد بن حنفیہ) کے پاس گئے اور انہیں یزید کی بیعت توڑنے کو کہا تو انہوں نے انکار کر دیا پھر ابن مطیع نے کہا یزید شرابی ہے تارکِ نماز ہے اللہ کی کتاب و کلام کی خلاف ورزی

کرتا ہے تو محمد بن علی نے فرمایا :

"جو باتیں تم کہہ رہے ہو میں نے اس میں نہیں دیکھیں حالانکہ میں اس کے پاس رہا ہوں میں نے دیکھا وہ تو نماز کا پابند تھا خیر کی تلاش میں رہتا تھا سُنتِ رسُول کا پابند تھا لوگ اس سے مسائل فقہ پُوچھا کرتے تھے ۔"

ابن مطیع بول اُٹھے کہ وہ تو آپ کے سامنے بناوٹ کرتا تھا اس کے جواب میں حضرت محمد نے فرمایا کہ :

"مجھ سے بھلا یزید کو کس بات کا خوف تھا اور مجھ سے کیا لالچ تھا اُسے کہ اس نے (میرے سامنے) خشوع کا اظہار کیا ؟"

یہ جو کچھ تم نے کہا ہے اس نے تمہیں اسکی اطلاع دی تھی ؟ ـــــــ اگر اس نے تمہیں ان باتوں کی اطلاع دی تھی تو پھر تم بھی ان کاموں میں برابر کے شریک و مجرم ہو اور اگر تم سب کچھ بغیر اطلاع کے کہہ رہے ہو تو تمہارے لئے یہ حلال ہی نہیں کہ تم مشاہدہ کئے بغیر گواہی دو (مگر وہ مُصر رہے) اور کہنے لگے کہ ہم ان باتوں (تہمتوں) کو صحیح سمجھتے ہیں اگرچہ ہم نے اسے یہ کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا ۔

حضرت محمدؒ نے فرمایا اللہ پاک نے گواہوں کے لئے یہ بات بُری طرح ناپسند کی ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی :

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ — مگر جس نے گواہی دی سچی اور ان کو خبر (بھی) تھی ۔

آیت ۸۵ زخرف ۲۵ :

اور میں تمہارے پاس تمہارے معاملہ کے سلسلہ میں کچھ بھی دُرست نہیں پاتا ابنِ مطیع کے گرد بیٹھے کہا آپ شاید اس لئے انکار کرتے ہیں کہ ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ مان لیں گے ہم ولایت آپ کو سونپ دیں گے ۔ آپ قیادت کریں ۔حضرت محمد نے فرمایا :

"خود قائد بن کر یا کسی کی قیادت میں اس قتل و غارت گری کو میں حلال ہی نہیں سمجھتا ۔"

وہ پھر گویا ہوئے کہ محمدؒ آپ نے اپنے والد علی کی معیّت میں قتال کیا تھا محمد نے فرمایا: "تم میرے والد ماجد علی جیسا آدمی قیادت کے لئے تلاش کر لو میں اسکی قیادت میں آج بھی جنگ لڑنے کو تیار ہوں ۔"

وہ کھسیانے ہو کر کہنے لگے آپ ہمارے ساتھ خود نہیں چلتے تو اپنے بیٹوں میں سے قاسم یا ابوالقاسم کو ہی ہمارے ساتھ کر دو۔ آپ نے فرمایا : ——

" "اگر میں نے انہیں جنگ کا حکم دینا ہوتا تو خود لڑتا ۔"

یزید کے مخالفوں کا جب کوئی داؤ کارگر نہ ہوا تو آخری تیر جو ان کے ترکش عداوت میں تھا وہ بھی چلا دیا کہ آپ اگر ہماری کوئی بات نہیں مانتے تو لوگوں کو ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ کریں اور یزید کے خلاف برانگیختہ کریں تو یزید کے حامی حضرت محمّد بن علی نے فرمایا :

"سبحان اللہ ! واہ واہ کیا عجیب بات ہے میں لوگوں کو اس کام کے لئے بھڑکاؤں جو نہ تو میں خود کرنا چاہتا ہوں — اور نہ میں اس پر راضی ہوں میں تو بندگانِ الٰہی کو امن و آشتی کی نصیحت کرونگا پھر مخالفینِ یزید سیّدنا علی ابن ابی طالب کے فرزندِ ارجمند کو دھمکی دینے پر تُل گئے اور کہا کہ "پھر ہم آپ کو بھی ناپسند کرتے ہیں ۔" —— آپ نے فرمایا :

"میں تو لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتا رہوں گا اور اللہ کی ناراضگی کے مقابلہ میں مخلوق کی ناراضگی کی پرَوا نہیں کروں گا —— اس کے بعد آپ نے مدینہ طیبہ کی سکونت ترک کی اور مکہ مکرّمہ تشریف لے گئے ۔" [1]

ناقدین خاسرین اب فرماؤ کہ مجھے خارجی اور یزیدی کہہ کر کون سے حق کی خدمت کر رہے ہو ہمت ہے تو میں نے جو حوالے اُوپر نقل کئے ہیں اور ان میں جن حضرات کا حوالہ دیا ہے ان کو گالی دو انہیں خارجی و یزیدی کہو میں آپکے اور آپ کے اکابر کے مقابلہ میں انہیں پیش کرتا ہوں اور انہیں آپ پر بہمہ وجوہ ترجیح دیتا ہوں کہ یہ خیر القرون کے بزرگ ہیں آپ کی طرح عام آدمی نہیں اور یہ حضرات رضی اللہ عنہم میرے اور آپکے اسلاف بلکہ آپکے اور میرے اسلاف کے مسلمہ اسلاف ہیں —— اصل ظالم تو آپ ہیں جنہوں نے ان حقیقی اسلاف کی رائے اور فیصلوں سے نہ صرف یہ کہ اختلاف کیا ہے بلکہ ان کے سراپا خیر موقف کا مُنہ چڑایا ہے اور اس کو آپ نے اہلِ سُنّت کا مسلک کہا کیا یہ اکابرِ اسلام اہلِ سُنّت نہیں ہیں ؟ کیا اہلِ سنت صرف ہندوستان کے دیو بندی ، بریلوی اور غیر مقلد علماء ہیں ؟

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۳۲ ، ص۲۳۳ ،

حضرت ابوسعید خُدری ——— ام المؤمنین سیدہ امِّ حبیبہ

حضرت معاویہ ابن ابی سفیان

حضرت مغیرہ ابن شعبہ

حضرت عبداللہ ابن عمر

حضرت عبداللہ ابن عباس

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار[۱]

حضرت ابوایوب انصاری

حضرت عبداللہ ابن عامر حضرت نعمان ابن بشیر

حضرت محمد بن علی ——— اور جماعات من اھل بیت النبوہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ وعن سائر الصحابۃ والتابعین ——— سیدنا معاویہ کی مجلسِ شوریٰ، امام غزالی، امام ابنِ تیمیہ، کیا یہ بھی اہلِ سُنّت والجماعت ہیں کہ نہیں؟ کہیں یہ خارجی اور یزیدی تو نہیں ہیں؟

ہم نے تو ان کی اقتدا میں وہ سب کچھ تسلیم کیا ہے جو صرف آپ کو ناپسند ہے کیونکہ آپ ایرانی پراپیگنڈے کا زہر تناول فرما چکے ہیں اور عجمی سازشوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں، لیجئے اب ہندوستانی اور پاکستانی اہلِ سُنّت والجماعت کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو اپنے بارے میں غور کرنے کا موقع مل سکے کہ آخر آپ ہیں کیا ——— ؟

مولانا محمد یوسف لُدھیانوی ماہنامہ "بیّنات" کے مدیر اور مجلسِ تحفظِ ختمِ نُبوّت کے نفسِ ناطقہ رقم طراز ہیں:[۲]

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ؕ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں : ———

۱- کیا یزید بن معاویہ، حضرت حسینؓ کے قریبی عزیز تھے یا نہیں؟

---

[۱] ان کی بیٹی ام محمد یزید کی اھلیہ ہیں۔

[۲] منقول از ماہنامہ "بیّنات" کراچی شمارہ اگست ۱۹۸۱ء ص ۶۳، ۶۴

۲- کیا یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے ؟

۳- جو امام یزید پر لعنت بھیجنے سے منع کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب سے مستفیض فرمائیں ۔

——— بندہ ، فضل قیوم

جواب : ا- یزید کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ ' کے خاندان میں رشتہ داری تھی ۔

۲- اہل سُنّت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ۔ یہ رافضیوں کا شعار ہے ۔ قصیدہ بدء الامالی جو اہلسنّت کے عقائد میں ہے اس کا شعر ہے :

"ولم یلعن یزیدٌ ا بعد موتٍ ٭ سوی المکثار فی الاغراء غال"

اسکی شرح میں علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ :

"یزید پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی ، سوائے رافضیوں ، خارجیوں اور بعض معتزلہ کے جنہوں نے فضول گوئی میں مبالغہ سے کام لیا ہے ۔" ——— اور اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں :

فلا شک ان السکوت اسلم ——— واللہ اعلم "

اس لئے اہل سُنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے ، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اسکی مدح و توصیف کی جائے ۔

۳- جو امام یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے وہ اہل سُنّت کے صحیح عقیدہ پر ہے اور اس کے پیچھے نماز بلاشبہ صحیح ہے جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ اہل سنت کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں ——— واللہ اعلم ،

تلک بتلک و تدینا من یدٍ ——— واللہ یؤید و ینصر و یوفق
لما نرید - ولیغفر و یرحم لیزید

والسلام علی من یحب الصحابۃ واولادھم الصلحین العاملین بالکتاب والسنۃ رحمۃ للعٰلمین و رؤف رحیم للمؤمنین ۔ ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین ما توا قبلنا مؤمنین ——— وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد و الہٖ وازواجہ واصحابہٖ و اتباعہٖ و اشیاعہٖ واحزابہٖ واولادھم اجمعین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

کچّا گھر ——— پہلی ملاقات

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ بخاری رحؒ کی جب رائے پور کی آمدورفت ہوتی یا مستقل لوگ انہیں سہارنپور بلاتے تو ہر صورت میں قیام کثیر و قلیل جتنا ہوتا میرے گھر پر ہوتا۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحؒ کا تو مشہور مقولہ تھا کہ کچا گھر (یعنی میرا گھر) جو اس زمانے میں بالکل کچا اور اسی نام سے اب تک مشہور رہے۔ مشترک پلیٹ فارم ہے۔ ساتھی گاڑیاں اِسی پلیٹ فارم سے گزرتی ہیں۔ کبھی کہتے کہ یہ تو جنکشن ہے، ساری گاڑیاں اسی اسٹیشن پر ہو کر گزرتی ہیں لیگ ہو یا احرار کی ہو، کانگریس کی ہو یا جمعیت کی۔ شاہ صاحب مرحوم کی ابتدائی آمد کا بھی ایک عجیب لطیفہ ہے۔ سب سے پہلی آمد جو ان کی اہم جلسے میں ہوئی (اور جس کی تاریخ میرے رجسٹر میں درج ہوگی) سہارنپور کے لوگوں نے بہت اصرار تمنائیں، درخواستیں ان کو بلانے کی کیں اور جب انہوں نے سہارنپور پہنچنے کا وعدہ کر لیا تو چونکہ وہ رئیس البغاۃ تھے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں بہت مخدوش۔ اب مسئلہ یہ مشکل ہوا کہ ان کا قیام کہاں ہو؟ اس لئے کہ ان کو ٹھہرانا ہر شخص کو مخدوش معلوم ہوتا تھا اور یہ ڈر تھا کہ ان کے ساتھ میں بھی گرفتار نہ ہو جاؤں۔ اس واسطے جتنے بلانے والے تھے وہ سب مل کر ایک وفد حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شاہ صاحب مہماں ہیں، مہمنیں ہیں۔ ہمارے مکانات ان کی شان کے مناسب نہیں ہیں۔ مدرسے ہی ان کی شان کے مناسب ہیں۔ ناظم صاحبؒ کی ایک خاص ادا تھی۔ وہ نہایت بے تکلفی سے بلا جھجک کہہ دیتے تھے کہ اتنے میں شیخ الحدیث سے بات نہ کر لوں۔ اتنے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ انہیں ابھی بلا لیجئے۔ ناظم صاحب نے فرمادیا کہ یہ وقت ان کی مشغولی کا ہے۔ شام کو خبر لیں گے۔ ان لوگوں کے جاتے ہی حضرت ناظم صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ فلاں فلاں آئے تھے، بہت اصرار اس پر کر رہے تھے کہ شاہ صاحب کا قیام مدرسے میں رہے۔ میں نے عرض کر دیا کہ آپ ان سے بے تکلف کہدیجئے کہ مدرسے میں ان کا قیام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مدرسے کو ان کے قیام سے نقصان کا اندیشہ ہے البتہ کچے گھر میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ہے ہی باغیوں کا ٹھکانہ۔ حضرت مدنیؒ کا قیام تو ہر وقت کا تھا۔ رئیس الاحرار

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کثرت سے آمد و رفت تھی۔ میری شاہ صاحب سے اس سے پہلے کوئی ملاقات نہ تھی۔ نام طرفین کا ایک دوسرے نے سُن رکھا تھا۔ میں نے ان دعوت دینے والوں کو یہ بھی کہا کہ جب تمہارا حوصلہ ٹھہرانے کا نہیں تھا تو دعوت دینے کی کیا مصیبت پڑ رہی تھی؟۔ شاہ صاحب تشریف لائے اور ان کی آمد پر بڑا جلوس نکالا۔ وہ جلوس ان کو مدرسے تک لایا۔ جب مدرسے میں پہنچے تو ناظم صاحب نے ان سے شاہ صاحب کے سامنے ہی کہا کہ شاہ صاحب کا قیام تو شیخ الحدیث صاحب کے مکان پر طے ہوا تھا۔ شاہ صاحب میرا نام تو پہلے ہی سُنے ہوئے تھے اور جنھوں نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں سُنی ہیں، وہ خوب واقف ہیں کہ ان کو تعریف اور مذمت دونوں میں کمال درجہ حاصل تھا انھوں نے (اللہ تعالیٰ ان کو بہت بلند درجات عطا فرمادے) اس زور و شور سے میرے گھر قیام پر مسرت کا اظہار فرمایا کہ کچھ انتہا نہیں، ہوشیار تھے، سمجھدار تھے، دُنیا کو دیکھے ہوئے تھے۔ جلوس تو ختم ہو گیا۔ وہ چند آدمیوں کے ساتھ میرے مکان پر تشریف لے آئے۔ اور میرا مکان اس زمانے میں اسم بامسمی کچا گھر تھا۔ صرف ایک کوٹھڑی تھی وہ بھی کچی۔ شاہ صاحب مع سامان آکر بوریئے پر بیٹھ گئے اول تو انھوں نے میری تعریف میں آسمان زمین کے قلابے ملائے اس کے بعد میرے مکان کی تعریفیں شروع کیں کہ نانا ابا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی یاد تازہ ہو گئی۔ حضرت کیا عرض کروں؟ کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی۔ اسلاف کا دور آنکھوں میں پھر گیا۔ چناں، چنیں، یہ، وہ۔ پھر کہنے لگے حضرت یہ لوگ مجھے شوق میں بلا تو لیتے ہیں۔ مگر ٹھہراتے ہوئے ڈرتے ہیں اور اسی واسطے میں کہیں جاتے ہوئے بہت انکار کرتا ہوں لیکن جب وعدہ کر لیتا ہوں تو ان بلانے والوں کو نانی یاد آجاتی ہے کہ اس باغی کو کہاں ٹھہرادیں۔ لیکن یہ میری خوش قسمتی، خوش بختی، نہ معلوم کیا کیا کہا کہ جب میں دیوبند جاتا ہوں تو وہاں بھی وہاں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مکان میری قیام گاہ تجویز ہوتا ہے اور یہاں، یہاں شیخ الحدیث کا مکان میری خوش قسمتی سے میری قیام گاہ تجویز ہوا۔ قیام تو ان کا میرے یہاں برائے نام ہی ہوا۔ اس لئے کہ تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ کہیں کسی صاحب کے یہاں دعوت میں چلے گئے۔ وہاں سے لوگ اپنے اپنے یہاں لیئے پھرے پھر جلسہ ہو گیا۔ کچھ معمولی کھانے پینے کی تواضع میں نے بھی کی۔ اس کے بعد کئی دفعہ رائے پور آتے جاتے قیام ہوا۔

(ماخوذ از "آپ بیتی")

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹ قسط ۲

ضرورتِ نبوّت

آدمی کو جو کان دیئے گئے ہیں وہ اللہ کی آواز کو اُسی صورت میں سن سکتے ہیں جبکہ وہ انسانی نطق سے بلند ہوتی ہو۔ اس کے جذبات میں تاثر تبھی پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے اندر مطلوبہ جذبات کی لہریں اُٹھا دے۔ وہ اخلاقی نمونہ اگر حاصل کر سکتا ہے اور سیرت کا کوئی چہرہ لے سکتا تو نہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے نہ اس کے فرشتوں یا کسی فوق الانسانی مخلوق سے بلکہ اپنے ہی جیسے انسانی افراد سے لے سکتا ہے۔ وہ جب کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی بنیادوں پر منظم ہوا ہے اور اسلامی انقلاب کا سپاہی جب بھی وہ بنا ہے تو اپنے ابنائے نوع کی زیر قیادت ہی بنا ہے۔ انسانی فطرت کی انہی خصوصیات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں بہترین افرادِ انسانی کو اس مقصد کے لیئے منتخب کیا کہ ایک طرف ان کے قلوب اللہ تعالیٰ سے الہام و القاء حاصل کریں اور دوسری طرف وہ عام انسانوں کے لئے الہامی دعوت کے ذی بات دار ترجمان اور انسانی پیکر میں اس کے تفصیلی تقاضوں کا عملی مظہر ہوں۔

پس کائنات خدا کے وجود اور اس کی بعض صفات کی گواہی دے دینے کے بعد انسان کو جس مقام پر چھوڑ دیتی ہے اس مقام سے آگے چلنے کے لئے یعنی خدا کی مرضی، اس کی ہدایت، اس کے قانون اور اس کی پسند و ناپسند کو معلوم کر کے زندگی کو اس کے مطابق بنانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا مرہونِ منت ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ خدا کی ہستی کی محدود سی معرفت کے لئے انفس و آفاق کی آیات مدد دیتی ہیں۔ لیکن ان کی اطاعت کے لئے رسالت کا دامن تھامنا لابدی اور ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسانی زندگی کی صلاح و فلاح صرف ایمان باللہ پر منحصر نہیں ہے بلکہ ایمان بالرسالت بنیادی طور پر اس کے لئے ناگزیر ہے۔ فکر کا نہاں خانہ اگر مظاہر کائنات کے چراغوں سے کسی قدر روشن ہو بھی جائے تو بھی عمل کی وادیاں اسوقت تک اندھیاری رہتی ہیں جب تک کہ انبیاء علیہم السلام کے جلائے ہوئے دیوں سے ان کو منور نہ کیا جائے۔ محض خدا کے تصور پر زندگی ــــــ اور نظام زندگی

کی تعمیر ممکن نہیں بلکہ خدا کے تصور کو سنگِ بنیاد کی حیثیت دے کر جب اس کی تعمیر کو برپا کرنا ہو تو اس کا سارا مسالہ اور اس کا فنِ تعمیر اور اس کا نقشۂ تعمیر صرف اور صرف انبیاء علیہ السلام ہی کے ذریعے مل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی فکر کے حاملین نے بالاتفاق یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ "ایمان بالرسالت" کے بغیر "ایمان باللہ" بے کار ہے۔ دوسرے لفظوں میں صرف "ایمان باللہ" ایک جامد عقیدہ ہے جس سے عملی زندگی کا درخت نمودار ہو سکتا ہے اور نہ اس پر پھل آسکتا ہے اس عقیدے کے بیج سے اگر عملی زندگی کا درخت نمودار ہو سکتا ہے اور اس پر برگ و بار آسکتا ہے تو صرف اس طرح کہ تعلیمات انبیاء سے اس کی آبیاری کی جائے۔ محض ایمان باللہ سے یوگ پیدا ہو سکتا ہے، تصوف پیدا ہو سکتا ہے، رہبانیت پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن کوئی نظامِ زندگی کوئی تہذیب، کوئی معاشرہ، کوئی تمدن، کوئی نظامِ اقتصادیات و سیاسیات اور کوئی نظامِ معیشت پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایمان باللہ سے نظامِ زندگی اس صورت میں رونما ہوتا ہے جبکہ ایمان بالرسالت ساتھ ساتھ موجود ہو۔

یہ روحانی اطباء جن کو شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں "نبی" یا "رسول" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ الہام ربانی سے فیض پا کر روحانیت کے لئے نئے نئے اصول وضع کرتے اور دنیاوالوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان کے مقدس ہاتھ اور ان کی مبارک کوششیں ہمارے لئے غلہ پیدا کرنے بڑی بڑی ملیں بنانے، انجینیرنگ کے اصول سکھانے، زراعت، صنعت وحرفت کے فنون سے آشنا کرنے نہیں آتے بلکہ وہ ان سے بدرجہا بلند اور اعلیٰ کام کے لئے آتے ہیں۔ ان کی مبارک انگلیاں اعمال و افعال اور حرکات و سکنات پر نہیں پڑتی بلکہ ان کی انگلیاں انسانیت کے قلب کے تاروں پر پڑتی ہیں جن سے یہ افعال و اعمال کے حسین نغمے پھوٹتے ہیں۔ ان کی توجہ کا مرکز اعمال نہیں بلکہ قلوب ہوتے ہیں جن کو وہ سارے اعمال کا منبع اور اس عالم وجود کا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ وہ چونکہ مصلح بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی حکیمانہ نظریں اصلاح معاشرہ سے قبل افراد کے قلوب کی اصلاح پر پڑتی ہیں جن سے معاشرہ کی تربیت ہوتی ہے۔ وہ پہلے انفرادی اصلاح کی جدوجہد کرتے ہیں اور پھر ان باصفا قلوب پر مشتمل افراد سے جو معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ وہ دیکھنے میں تو انسانی معاشرہ ہوتا ہے لیکن اپنی معنویت کے لحاظ سے ملائکہ سے بڑھ کر ہوتا ہے حتیٰ کہ فرشتے بھی

ان کے خدام کی حیثیت سے ان کی امداد کے لئے قطار اندر قطار فرش زمین پر اترتے ہیں۔ وہ تمام متفرق اور مختلف انسانی طبقوں کو باہم جوڑ کر ایک عام انسانی تمدنی سطح پر لاتے ہیں۔ وہ ایک روحانی برادری پیدا کر کے آدم کے اُن بیٹوں کے جن کو دولت و عزت اسوسائٹی اور مجلس تمدنی اور معاشی ، سیاسی اور معاشرتی ، جغرافیائی اور نسلی تقسیم نے پارہ پارہ کر رکھا ہوتا ہے۔ سب مصنوعی امتیازات مٹا کر باہم تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں اور اس پوری روئے زمین کو ایک ملک ، تمام اقوام عالم کو اولاد آدم اور بلا تفریق تمام انسانی طبقوں کو ایک طبقہ قرار دیتے ہیں۔ وہ ان کے قلوب سے بغض و کینہ کی ظلمت کو نکال کر محبت و آشتی کی شمع روشن کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کے دلوں سے خود بخود کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ کا آوازہ نکلتا ہے۔ وہ انسانیت کے ارادہ و احساس ، اعمال و افعال اور حرکات و سکنات ان کے قلوب کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصلاح شدہ دل جب عالم وجود کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو پھر انسان وہی کچھ کرتا ہے جو اللہ کہتا ہے وہی کچھ سنتا ہے جو اللہ سناتا ہے وہی کچھ دیکھتا ہے جو حق تعالیٰ اس کو دکھاتا ہے۔ ساری دنیا کی حقیقت ایک پر کاہ کے برابر بھی اس کی نگاہ میں نہیں رہتی۔ وہ ہر بات میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر وَرَضُوا عَنْہُ کی عملی تصدیق کرتا ہے۔

یہ درست ہے کہ انبیاء کو براہ راست ہمارے جسم اور جسمانیات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ صرف دل کی اصلاح کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ لیکن یہ بات محال بلکہ ناممکن ہے کہ ایک پاکیزہ اور اصلاح شدہ دل ایک ناپاک اور خراب جسم میں رہے۔ لہٰذا قلب کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جسم و جسمانیات کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ خود فرماتے ہیں :-

اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ

اقلیم بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو گیا تو سارا جسم درست ہو گیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا اور سن لو وہ دل ہی تو ہے۔

(بخاری جلد ۱ ص ۱۳)

(باقی آئندہ)

محمد عمر فاروق ، تلہ گنگ

بیادِ مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی ، سیاسی اور اقتصادی حالت تباہ ہو چکی تھی ۔ انگریز اس دھرتی کا واحد مالک بن چکا تھا۔ تجارت پر ہندو چھا چکے تھے ۔ فرنگی کے ہندوستان پر قدم جماتے ہی ہندو قوم اپنے مکارانہ ہتھکنڈوں کے بل بوتے پر اس کی منظورِ نظر ہو چکی تھی ۔ اعلیٰ ملازمتوں کا حصول اُن کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا مگر انگریز کا نشانہ بننے والے صرف مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس کی غاصبانہ اور جابرانہ حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہی حالات میں ۱۸۹۱ء میں ضلع ہوشیارپور کے ایک قصبہ گڑھ شنکر میں ایک نہایت ہی شریف اور معزز گھرانے میں چودھری امیر خان مرحوم کے گھر افضل حق نے جنم لیا جو آگے چل کر مفکرِ احرار کے لقب سے مشہور ہوئے ۔

خالص دینی ماحول اور شفیق والدین کی ذاتی شرافت و نیابت اور اُن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے زیرِ اثر چودھری افضل حق ایک جوانِ صالح کی صورت میں پروان چڑھے ۔ انٹرنس تک امرتسر میں تعلیم حاصل کی پھر اسلامیہ کالج اور دیال سنگھ کالج لاہور میں پڑھتے رہے مگر خرابیٔ صحت کی بنا پر تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے ۔ کچھ عرصہ بعد پولیس میں سب انسپکٹر بھرتی ہو گئے اور ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد لدھیانہ کے تھانہ صدر کے سب انسپکٹر مقرر ہوئے

۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کا اختتام ترکی کی شکست پر ہوا اتحادی ممالک نے اس کے مقبوضات اور اس کی حدود میں شامل تمام اہم مقامات بندر بانٹ کر کے آپس میں تقسیم کر لئے ۔ ان اندوہناک اور جاں گسل حالات نے آپ کے قلبِ حزیں پر خاطر خواہ اثر کیا اور آپ ملازمت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگے خود فرماتے تھے " انگریزی ملازمت کی ایک ایک گھڑی میرے لئے ناقابلِ برداشت تھی "۔

۱۹۲۱ء کا زمانہ تحریکِ خلافت کا زمانہ تھا ۔ اسی سلسلہ میں لدھیانہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کا بندوبست کیا گیا ۔ خطیب الامت حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی تحریک اور اس جلسہ کے روحِ رواں تھے ۔

آپ اپنے سی آئی ڈی رپورٹروں کے ہمراہ بحیثیت سب انسپکٹر پولیس جلسے کی کارروائی نوٹ کرنے کے لئے موجود تھے۔ سید الاحرار امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوتِ قرآن کریم کے بعد واقعات و حقائق اور شعر و ظرافت کے امتزاج کے ساتھ فرنگی کی ازلی و ابدی اسلام دشمنی کی مفصل تاریخ بیان فرمائی اور فرنگی کے انسانیت سوز مظالم اور مسلمانوں کی بے کسی و مجبوری کی داستان دہرائی تو مجمع مسحور ہو چکا تھا۔ فضا وجد کر رہی تھی۔ تفتیش و تجسس کی پگڈنڈیوں میں بل کھاتا ہوا قلم یکایک رُک گیا۔

وہی جوان جو چند گھڑیاں پہلے سامراج کے باغی، امامِ خطابت اور وقت کے عظیم دینی رہنما کی بے باکانہ تقریر سرکاری مثل میں نوٹ کر رہا تھا اُس پر حقیقت آشکار ہو گئی۔ دل کی کایا پلٹ گئی۔ نیم خفتہ جذبات بھڑک اُٹھے آنکھیں آنسوؤں کی شبنمی چادر بننے لگیں، فطری استعداد اور نسلی خودداری نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ ادھر حضرت امیرِ شریعت اپنی تقریر کی پاداش میں میانوالی جیل پہنچے اور ادھر چودھری افضل حق انگریز کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امیرِ شریعتؒ کے دامنِ محبت سے وابستہ ہو گئے۔ اسی زبردست تاثر کے تحت چند روز بعد تھانہ صدر کے قریب ہی اسی موضوع پر خود ایک کامیاب تقریر کر ڈالی۔ عوام و خواص اور خود حکومت اس روحانی انقلاب اور تغیر پر حیران تھے۔ پھر گڑھ شنکر آکر تعمیری سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ از خود جلسے کا اہتمام کرتے اور عوام کو ان کے حقوق و فرائض اور تحریک کے اصولوں سے آگاہ کرتے۔ شروع میں حکومت کی خاص نگرانی کے پیشِ نظر لوگ اعلانیہ تعاون سے گریزاں رہے۔ پھر آہستہ آہستہ غلامی کی آہنی گرفت میں جکڑے ہوئے عوام عقل و شعور اور آگہی کے چشموں سے سیراب ہو کر آزادی کے مفہوم و معنی سے آشنا ہونے لگے۔ آپ کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور قومی اعتماد کا جائزہ لینے کے لئے کمشنر ہرکشن لال کول جو بعد میں کشمیر کا وزیراعظم بنا خود وہاں پہنچا۔ اور آپ کو ملاقات کے لئے طلب کیا۔ مگر غیور افضل حق نے انکار کر دیا۔ کمشنر نے آپ کی برادری میں سے ایک ذیلدار کو واسطہ بنا کر متاثر کرنے کی کوشش کی تو آپ نے جواب دیا " اس کے پاس نہیں جاؤں گا بلکہ تمہاری خاطر اپنے مکان پر ملاقات کر سکتا ہوں "۔ خلافِ توقع جواب پا کر کمشنر واپس لوٹ گیا۔ چودھری افضل حق حریت پسند رہنما تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ استخلاصِ وطن، دینِ اسلام کی تبلیغ اور قادیانیت کی بیخ کنی میں صرف ہوا۔ انہوں نے کبھی اپنی ذات کے مفاد کیلئے کام نہیں کیا بلکہ اپنی ذات کو قوم کے مفاد پر قربان کیا۔

تحریکِ ترکِ موالات جوبن پر تھی۔ اس ہنگامہ آرائی میں آپ نے دو سال تک بڑے جوش و پامردی

سے حصہ لیا۔ سول نافرمانی شروع ہو چکی تھی۔ خلافتی رہنما اور کارکن جیلوں میں جا رہے تھے۔ آپ نے تقلیباً سخت تقاریر کیں اور آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ جیل میں بھی یہ مردِ خدا مست آرام سے نہ بیٹھا بلکہ قیدیوں کے حقوق اور ان کے جائز مطالبات کے لئے بھوک ہڑتال کر دی جس پر آپ کو انبالہ جیل منتقل کر دیا گیا جب وہاں بھی یہی کچھ پیش آیا تو قیدِ تنہائی میں رکھا گیا اور ظلم کی انتہا کر دی گئی جس پر انسانیت کا سر ندامت سے خود بخود جھک جاتا ہے چودہ گھنٹے پاؤں میں بیڑی اور ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر کڑیاں باندھی گئیں جس سے دورانِ خون معطل ہوا۔ فالج کا حملہ ہوا اور دایاں ہاتھ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا۔ اسی جیل میں آزادی کے متوالے مظلوم افضل حق کو آزادیٔ وطن کی جدوجہد پیہم کے جرم میں گندی غذا کے ساتھ سُرمہ کھلایا گیا جس سے عمر بھر کے لئے گلے کی بندش جیسے موذی مرض کا شکار ہو گئے اس کے باوجود آپ کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آئے اور اپنے کئی مطالبات منظور کرا لئے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے چھ ماہ کا عرصہ بیت گیا۔ رہائی کے بعد آپ پھر سے پوری تن دہی اور مکمل انہماک سے قومی کاموں میں مصروفِ عمل ہو گئے۔ پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے اور بارہ برس تک قومی اور سیاسی خدمات سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔

۱۹۲۷ء میں راولپنڈی کے سکھ مُسلم فسادات کے خطرناک نتائج کے پیشِ نظر سکھوں کی کرپان کے مقابلے میں تلوار رکھنے کا بل پیش کیا اور بڑی صبر آزما جدوجہد کے بعد اسے منظور کرا کے دم لیا۔ یہ آپ کا ہندوستان کے مسلمانوں پر احسانِ عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ تھا جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اسی اثناء میں کانگرس کی مکارانہ اور عیارانہ پالیسیوں سے دل برداشتہ ہو کر پنجاب کے مسلمانوں کے ایک عظیم گروہ نے اس سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ ایک حریت پسند جماعت کے قیام کی زبردست ضرورت محسوس ہوئی تو انہی رہنماؤں کا ایک اجلاس ۱۱ر جولائی ۱۹۲۹ء کو حبیبیہ ہال لاہور میں منعقد ہوا جن میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لودھیانویؒ، شیخ حسام الدین، ظفر الملت مولانا ظفر علی خان، مولانا مظہر علی اظہر غازی عبدالرحمٰن امرتسریؒ اور چودھری افضل حق کی تقاریر قابلِ ذکر ہیں۔ باہم مشاورت سے مجلس احرار اسلام کے نام سے ایک مستقل انقلابی اور آزادی پسند جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا چودھری افضل حق کو شروع میں ہی جماعت میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی اور آپ احرار کا دماغ کہلانے لگے۔ قیامِ جماعت کو تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ کشمیر میں ڈوگرہ راج نے نہتے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ مسلم عورتوں کی آبرو لوٹی جانے لگی۔ مردوں اور بچوں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا گیا۔ ان سنگین حالات

میں آپ نے تحریک کشمیر کا اعلان کر دیا۔ صرف چھ ماہ میں ہی مجلس احرار اسلام کے پچاس ہزار رضا کار کشمیر میں پابند سلاسل ہوئے۔ تمام سرکردہ احرار لیڈروں کو قید کر دیا گیا۔ "زمیندار" کے کشمیر نمبر والے پرچے ضبط ہوئے۔ چودھری افضل حق اپنی بیماری اور بظاہر جماعت سے لاتعلقی کی بناء پر گرفتاری سے بچے ہوئے تھے مگر پس پردہ تحریک کشمیر آپ ہی کی نگرانی میں جاری تھی۔ بالآخر آپ کو چند گھنٹے کی مہلت دے کر لاہور سے نکالا گیا مگر آپ وہاں بھی تبلیغ و تقریر سے باز نہ آئے تو آپ کو حکومت نے ملتان سنٹرل جیل میں ایک سال کے لئے قید کر دیا۔

۱۹۳۴ء میں قادیان میں جب مجلس احرار اسلام نے فاتحانہ قدم رکھا اور اپنا شعبۂ تبلیغ قائم کر کے مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی تو اس کی تجویز میں بھی آپ کا اصولی مشورہ شریک تھا۔ اسی طرح ۱۹۳۹ء میں فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک کے سلسلہ میں شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر کے ساتھ آپ کو ڈیڑھ سال کے لئے قید کر کے راولپنڈی جیل پہنچا دیا گیا جہاں آپ نے سیرۃ النبیؐ پر مشہور زمانہ کتاب "محبوب خدا" تحریر فرمائی۔

یہ چودھری افضل حق مرحوم کی زندگی کا ایک اجمالی جائزہ ہے ورنہ ان آفتاب بداماں ہستیوں کے لئے دفتروں کی ضرورت ہے۔ یوں تو احرار نے خطابت کے امام پیدا کئے ہیں مگر افضل حق مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مفکر، مصلح اور ادیب بھی تھے۔ خطابت کے ہنگاموں سے کہیں زیادہ انہیں قلم کا سکون عزیز تھا۔ وہ احرار میں قلم و قرطاس کی آبرو تھے۔ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں علم و ادب کے لئے صرف کیں اور خون جگر سے اس کی آبیاری کرتے رہے۔ آپ ادب برائے ادب کی بجائے ادب برائے زندگی کے قائل تھے۔ ان کی بلند پایہ کتب ان کی شخصیت کی مکمل عکاس ہیں جن میں "زندگی"، "میرا افسانہ"، "دیہاتی رومان"، "خطوطِ افضل حق"، "جواہرات"، "شعور"، "آزادیٔ ہند"، "محبوب خدا"، "دینِ اسلام" اور تاریخ احرار عظیم شہرت کی حامل ہیں۔ پاکیزگیٔ خیال، خلوص و صداقت اور جوش و سرمستی کی تمام صفات ان کے اسلوب میں اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ ان کی تحریریں پڑھ کر ذہن وجد کرتا ہے دل جھوم اٹھتا ہے اور عقل حیران ہو جاتی ہے کہ قید و بند کی صعوبتوں کو جھیلنے والا انسان قنوطی بننے کی بجائے کس طرح امید و رجا کا پیکر ہے چودھری افضل حق کی زندگی آزمائش و مصائب سے عبارت تھی۔ دار و رسن کی کڑی آزمائشوں نے آپ کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا تھا مگر کام کی لگن، خدمت خلق کی اُمنگ اور آزادی کی تڑپ نے انہیں ہمیشہ سرگرم رکھا گرتی ہوئی صحت نے آپ کے ناتواں جسم پر بھرپور وار کیا اور آخر کار ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو یہ آزادیٔ وطن کا ان تھک

سپاہی اس جہانِ فانی سے ہمیشہ کیلئے رختِ سفر باندھ کر عقبیٰ کو سدھار گیا۔

لیکن اب اُن کے بعد بقول آغا شورش کاشمیریؒ

پھول کھلتے ہیں بہر رنگ بہر حال مگر — خون روتی ہے گلستاں میں صبا تیرے بعد
خوش نوایانِ چمن ہوں کہ رفیقانِ سخن — سالہا سال سے ہیں نالہ سرا تیرے بعد

بیادِ مفکرِ احرار اُمیہ

شورش کاشمیری

”افضل حق“ (رحمۃ اللہ علیہ)

(تاریخ وفاتِ مفکرِ احرار رحمۃ اللہ علیہ - یوم پنجشنبہ (جمعرات) ۱۷ ذوالحجہ سنہ ۱۳۶۱ھ - ۸ جنوری سنہ ۱۹۴۲ء)

دل گرفتہ ہیں عزیزانِ وفا تیرے بعد — خواب ہے رسم و رہِ مہر و وفا تیرے بعد
پھول کھلتے ہیں بہر رنگ، بہر حال، مگر — خون روتی ہے گلستاں میں صبا تیرے بعد
خوش نوایانِ چمن ہوں کہ رفیقانِ سخن — سالہا سال سے ہیں نالہ سرا تیرے بعد
کاروانوں کو ابھی تک ہے منازل کی تلاش — پاشکستہ ہیں مگر راہنما تیرے بعد
ہم نشینوں کو ہے یارانِ سُبک رَو سے گلہ — اُڑ گئی چشمِ شرافت سے حیا تیرے بعد
وائے بر حال کہ گستاخ ہوئی جاتی ہے — سُرخ پرچم کی اڑانوں سے ہَوا تیرے بعد
کعبۂ عشق سے لے کر درِ بُت خانہ تک — پھر نہ اُٹھی کوئی پُر درد صدا تیرے بعد
ہم نے پایا ہے لہو دے کے، مگر پایا ہے — تیری مشکور مساعی کا صلہ تیرے بعد
اپنے انجام کو ”دُزدانِ نبوّۃ“ پہنچے — نام ”خود کاشتہ پودے“ کا مٹا تیرے بعد

مبہم سے مصرعِ موزوں سے پتا چلتا ہے
شاید آ جائے کوئی آبلہ پا تیرے بعد

مولانا عبدالحق چوہان

تلخ و شیریں

قسط ۱

اس کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت معاویہؓ عوام کی رضامندی کے بغیر حکومت پر قابض ہو گئے تھے ان کی حکومت میں مسلمانوں کی رضامندی کو کوئی دخل نہ تھا۔ لیکن یہ نظریہ وہ "خلافت و ملوکیۃ" میں پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بنائے سے وہ خلیفہ بنے ہوں اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ وہ بہرحال خلیفہ ہونا چاہتے تھے انہوں نے لڑ کر خلافت حاصل کی مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔ ["خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸"]

مودودی صاحب کے اس متعصبانہ سبائیت زدہ نظریہ کا چربہ ملاحظہ ہو

مجھے اس ظالم شخص سے مت ڈراؤ جس نے نواسہ رسول کا حق چھین کر اپنے سر پر سجا لیا ہے۔

(ماہنامہ آنگن لاہور۔ جنوری ۱۹۸۶ء)

حضرت معاویہؓ کے متعلق یہ نظریہ اور ان کی خلافت راشدہ کی یہ تصویر کشی بالکل ہی واقعات اور حقائق ثابتہ کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ نظریہ ان جعلی اور مکذوبہ تاریخی روایات پر اعتماد کرنے کا نتیجہ ہے۔ جن کے متعلق محققین نے انذار و تحذیر کے پیرایۂ بیان میں اُمت کو متنبہ کیا ہے۔

وایّاکم و دجّالین وکذّابین	خبردار تم اپنے آپ کو دجّال صفت جھوٹے
من المؤرخین قضت علیهم	مورخین سے بچاؤ جنہوں نے اپنے زمانہ
ظروف زمنهم ان یقلّبوا	کے حالات سے متاثر ہو کر حقائق کی
الحقائق ویکذبوا علی الله	الٹی تصویر کشی کی ہے۔ اللہ اور امت مسلمہ
وعلی الامّة الاسلامیة	کی طرف کذب بیانی کو منسوب کیا ہے
فینسبون القبائح لاصحاب	اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام
رسول الله صلی الله علیه وسلم	کی ذوات مقدسہ کی طرف افعال قبیحہ

[اتمام الوفاء ص۲۵۹] از ارتکاب کو منسوب کیا ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ زہر آلود نظریہ درحقیقت مجوس و یہود کے اشتراکِ عمل سے اسلام اور صحابہ کرام کے خلاف چلائی ہوئی تحریکِ سبائیۃ کے شجرۃ الزقوم کا ثمرۂ بد ہے۔ اسلامی تاریخ اور موثقہ روایات کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان پیدا کردہ اختلافات کے نتیجہ میں جو محاربات پیش آئے ان میں دو واقعات ایسے ہیں جن کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ایک حادثۂ جمل۔ اور دوسرا واقعہ صفین۔ حادثۂ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین سیدۃ عائشہ سلام اللہ علیہا کے درمیان سبائیوں کے پیدا کردہ ایک مغالطہ کی بناء پر آویزش ہوئی۔ اور واقعہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ لیکن اس محاربہ میں اختلاف کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ استحکام خلافت کے بعد سبائیوں سے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ لینا چاہتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ تھا کہ اخذ قصاص پر ہی استحکام خلافۃ کا مدار ہے۔ لیکن کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافۃ کے دعویٰ دار تھے۔ اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافۃ ہوئے تو یہود و مجوس کی مشترکہ سازشی تحریک کے کارپرداز پھر سے مسلمانوں کی خون ریزی کے لئے سازش میں مصروف ہو گئے۔ لیکن اس دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح جو طبیعۃ اور حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے تدبر و حلم نے ان کی تحریک کو ناکام بنا کر ان کے خونی منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی خون ریزی کے انسداد اور امۃ کی مصلحۃ کے پیش نظر حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کی طرف صلح و آشتی کے لئے ایک سفارت روانہ کی اور ساتھ ہی ایک ایسا سادہ کاغذ کہ جس پر ان کی مہر ثبت تھی ارسال کر دیا تاکہ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ اس کاغذ پر شرائط صلح تحریر کر دیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس پیشکش کو قبول کر کے صلح پر آمادگی کا اظہار کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اس مصالحۃ اور انقلابی اقدام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا ظہور ہوا جو کہ آپ نے ایک دفعہ صحابہ کے مجمع عام میں ارشاد فرمائی۔

فارسل لہ بصک مختوم	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت
لیس فیہ کتابۃ وطلب	حسن رضی اللہ عنہ کی طرف ایک ایسا
منہ ان یشترط لنفسہ	کاغذ بھیجا جس پر ان کی مہر ثبت تھی

ماشاء ۔ فکتب فیها الحسن شروطًا اهمها تامین جیشه و شیعة علی کلهم قبلها معاویة وقدم الی العراق فقابله الحسن بجیشه و بایعه بالخلافة ۔ هو وجنده وبهذا اصدق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی قوله " ان ابنی هذا سید ولعل اللہ ان یصلح به بین طائفتین عظیمتین من المومنین "

(اتمام الوفاء ص ۲۵۲)

اور اس کا عذر پر حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی نئی تحریر نہ تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے ذریعہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو شرائط بھی چاہیں اس پر تحریر کر دیں۔ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ نے اس پر شرائط صلح تحریر کر دیں اور ان شرائط میں سب سے اہم یہ شرط تھی کہ ان کے لشکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کو امن حاصل ہوگا حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تمام شرائط کو قبول کر لیا اور آپ عراق میں تشریف لائے ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے حضرت معاویہؓ کا استقبال کیا۔ اور حضرت حسنؓ اور ان کے لشکر نے حضرت معاویہؓ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی اور حضرت حسنؓ کے اس اقدام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی جس میں آپ نے حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ! میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا ۔

نرخنامہ اشتہارات

ٹائٹل کا آخری صفحہ	۱۲۰۰/- روپے
دوسرا اور تیسرا صفحہ	۸۰۰/- "
اندرونی مکمل صفحہ	۶۰۰/- "
نصف صفحہ	۳۰۰/- "
چوتھائی صفحہ	۱۵۰/- "

مینیجر اشتہارات نقیب ختم نبوت ملتان

آغا غیاث الرحمٰن انجبتم ۔ لاہور

زبان میری ہے بات اُن کی

صدر ضیاء کے طیارے کی تباہی میں بے نظیر کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔
(امریکی سفیر رابرٹ اوکلے)

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھائیے قسمیں
مجھے یقیں ہوا مجھ کو اعتبار آیا

پیپلز پارٹی کی حکومت مارشل لاء دور کا تسلسل ہے۔ (مولانا فضل الرحمٰن)

کہ آئینۂ ایام میں آپ اپنی ادا دیکھ

بلوچستان اسمبلی کو اقتدار کی سیاست پر قربان کر دیا گیا (ایک اخبار کی سرخی)

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا

"گورنر ہمارا نہ وزیر اعلیٰ ۔ ہم پر کوئی الزام نہیں"۔ (بلوچستان اسمبلی کے بارے بے نظیر بھٹو کا)

آپ کا تو صرف سپیکر ہی کافی ہے۔

"عمل آئینی مگر بدنیتی پر مبنی ہے"۔ (بلوچستان اسمبلی کے متعلق ایک اخباری عنوان)

لہٰذا عمل کئے جاؤ اور نیت کو اپنے مقام پر رہنے دو۔

"ہم کھیلوں کو سیاست سے پاک کر دیں گے"۔ (کھیلوں کے وزیر مملکت)

تاکہ صرف سیاست کو کھیل بنایا جا سکے۔

"عورت اِس لئے سربراہِ مملکت بن گئی کہ مرد مرد نہیں رہے"۔

(نوے سالہ ایم این اے ۔ مولانا نعمت اللہ صاحب)

جب آدمی بوڑھا ہو جائے تو ایسا ہی محسوس کرتا ہے۔

"سندھ میں سندھی، پنجابی، پٹھان کی تمیز ختم کی جائے گی۔" (وزیر اعلیٰ سندھ)

جوش میں آکر کہیں سندھیوں، پنجابیوں اور پٹھانوں ہی کو ختم نہ کر ڈالیے گا۔

"صوبے اور مرکز میں مصالحت کے لئے پُل کا کام دوں گا۔" (گورنر پنجاب)

لیکن یہ پُل کسی ٹھیکیدار سے نہ بنوائیں۔

بلوچستان اسمبلی ٹوٹنے کی وجہ سے وزیر اعظم پر شُبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(وزیر اعظم کے ظہرانے میں شرکت کے بعد خان عبدالولی خان کا بیان)

وزیر اعظم صاحب ظہرانے کا اہتمام پہلے ہی فرما دیتیں تو خان ولی خان اِس مسئلے پر نہ بگڑتے۔

"اپوزیشن نے قومی اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ ختم کر دیا۔" (ایک خبر)

ساقی میرے خلوص کی شدت کو دیکھنا
پھر آگیا ہوں گردشِ دوراں کو ٹال کر

خاتون کی حکمرانی پر اظہار تشویش۔ اسلام آباد میں علماء کا کنونشن ہوگا۔ (ایک خبر)

بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

"پنجاب اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے کے وقت حزب اقتدار کے تین اور حزب اختلاف کے چھ ارکان اسمبلی میں موجود تھے۔" (ایک خبر)

ارکانِ اسمبلی کو ممبر بنے ابھی دن ہی کیا ہوئے ہیں۔ ان کے ہنسنے پھولنے اور کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ آئندہ الیکشن تک ان کو اسمبلی سے باہر سیر سپاٹے کرنے، مزے لوٹنے اور اپنی نوزائیدہ رکنیت کا "ٹیکا" جما لینے دیں۔

"مرکز اور پنجاب میں تصادم مرکز اور صوبے دونوں کے حق میں نہیں۔"

(پنجاب کے ارکینِ اسمبلی کی تقریریں)

لیکن یہ تصادم وزیروں اور سیاسی لیڈروں کے حق میں ضروری ہے۔

بجٹ میں غربت اور امارت میں فرق دور کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔

(پنجاب کے بعض ارکانِ اسمبلی)

یہ اقدام صرف زبانی کلامی کیا جاتا ہے۔

سعودی عرب نے بھٹو مرحوم کو پناہ دینے کی پیشکش کی تھی؟ (مذہبی امور کے وزیر مملکت کا انکشاف)

تشنہ لب اُٹھ گئے دنیا سے تو پانی برسا
جل گیا دل تو ملے آگ بجھانے والے

وزیر اعظم کا استقبال کون کرے گا؟
وزیر اعلیٰ کو خوش آمدید کون کہے گا؟ (ایک اخبار کا استفہامیہ عنوان)

اللہ سلامت رکھے۔ یہ۔ بچے کریں گے۔

دفاعی آلات کی اندرون ملک تیاری میں چشم پوشی مجرمانہ غفلت ہے۔

(لیفٹیننٹ جنرل محمد صفدر)

نہیں صاحب! یہ تو غیر ملکی فرموں سے بھاری کمیشنیں وصول کرنے کا کرشمہ ہے۔

ایک مخبوط الحواس شخص نے پارلیمنٹ ہاؤس میں اودھم مچادی۔ (ایک خبر)

یہ حق صرف ارکانِ پارلیمنٹ کو حاصل ہونا چاہیئے۔

راجہ غضنفر علی خان، شعیب قریشی، خلیق الزمان اور ممتاز دولتانہ بڑے اچھے سفارتکار تھے

(احمد سعید کرمانی)

کرمانی صاحب اپنا ذکرِ خیر بھی فرمادیتے تو کیا تھا آپ خود بھی بھٹو مرحوم کے دَور میں سفیر رہ چکے ہیں۔

صوبائی حکومت کے نوٹیفیکیشن کے بغیر وفاقی افسر چارج لے سکتا ہے نہ تنخواہ۔

(نصر اللہ دریشک)

تنخواہ بے شک نہ دیں چارج ضرور دے دیں۔ خدا کے فضل سے یہ بغیر تنخواہ کے بھی اپنا وقت پاس کرلیں گے۔

آپ نے دوبارہ سفارت لینی ہے؟ (ایک جلسے میں احمد سعید کرمانی سے سوال)

مل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جمعیۃ العلمائے اسلام کفرانِ نعمت نہ کرے۔ پیپلز پارٹی کے ساتھ حکومت میں شامل ہو جائے

(میاں سراج احمد دینپوری سابق امیر جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) حال رکن پیپلز پارٹی سنٹرل کمیٹی و مشیر مذہبی امور)

کالم

پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے یا نہ رہے

چمن چمن اُجالا

ربوہ

حبیب اللہ رشیدی

قادیانی لڑکی کا قبولِ اسلام

- قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری کا اجتماع جمعہ سے خطاب
- مرزائی ڈاکٹر نے سزا سنتے ہی عدالت میں رونا شروع کر دیا
- روزنامہ الفضل کی ۴ سالہ بندش کے بعد بحالی دجل و تلبیس کی سرپرستی

قائد تحریک ختم نبوت ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے جامع مسجد احرار ربوہ میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ کے دین کے علاوہ جتنے بھی نظام ہائے ریاست ہیں قرآن نے انہیں طاغوت کہا ہے۔ کیپٹل ازم، ایمپریلیزم، کمیونزم، جمہوریت اور دیگر نظام کافروں کی ریاستی ضرورتوں کے لئے ایجاد کئے گئے تھے۔ مسلمانوں کے لئے صرف اسلام ہی دنیا اور آخرت کی صلاح و فلاح کی ضمانت دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا: اسلام کے بارے میں جدید مغربیت زدہ طبقہ اور ان کے حلیف علماء سُو نت نئی تعبیریں کرتے رہتے ہیں، جس کا نام انہوں نے اجتہاد رکھا۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن و سنت کی صرف وہی تعبیر معتبر اور قابل قبول ہے، جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔ جس پر پوری امتِ مسلمہ کے علماء متفق ہیں۔ او امر و نہی منکرات اور فواحش کو نئے جامے پہنانا اگر جمہوری تقاضے ہیں تو ان تقاضوں کے ماتحت تمام کفار کو بھی علی الاعلان اپنی کافرانہ سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت ملنی چاہیئے۔ پھر کافروں پر پابندیوں کا کیا جواز ہے؟ اس کا جواب ترمیم پسند علماء سوء کے ذمہ ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اگر جمہوریت اسلام ہے تو کیپٹل ازم اور کمیونزم کو اسلام کہنا کیوں کفر ہے؟ عورتوں کا ناچ گانا، فلموں، ڈراموں، تھیٹروں میں کام کرنا تفریح کے نام پر جمناسٹک اور

دوسری گیموں میں حصّہ لینا، بے پردگی اور فحاشی اسلام میں کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن جمہوریت کے فرزندان گرامی اور ترمیم پسند علماء کا ٹولہ عورت کی حکمرانی کے بارے میں کیوں چیختا چلاتا ہے، جبکہ انہوں نے جمہوریت کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا ہے اور جمہوریت کو منزل مراد مانتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ جمہوریت پر یقین بھی رکھتے ہیں لیکن اس کے نتائج پر پریشان ہوتے اور بلبلاتے ہیں۔ جن علماء نے الیکشن میں حصّہ لیا اُن کو عورت کی حکمرانی پر شور کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس احتجاج کا حق صرف ان علماء دین اور دینی کارکنوں کو ہے جو پاکستان کو تبلیغ و جہاد کے ذریعہ دینی ریاست بنانا چاہتے ہیں اور دوسرے نظاموں کو کفر مانتے ہیں۔

انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ اور ارتداد کی شرعی سزا کا فوراً نفاذ کیا جائے۔ اجتماع جمعہ سے علامہ سیّد خالد مسعود گیلانی نے بھی خطاب کیا۔

گزشتہ دنوں محلّہ دارالفضل ربوہ کی قادیانی لڑکی طاہرہ بی بی نے مرزائیت سے توبہ کر کے مبلغ احرار مولانا اللہ یار ارشد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ طاہرہ بی بی نے اپنے بیان میں کہا کہ مرزائی مذہب باطل ہے اور میں پورے شعور کے ساتھ اسلام کی حقانیت پر ایمان لاتی ہوں اور میں حلفیہ اقرار کرتی ہوں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اللہ تعالیٰ کے آخری اور سچے نبی و رسول ہیں۔ مرزا غلام احمد جھوٹا، بے ایمان، کذاب اور دھوکے باز تھا۔ مولانا اللہ یار ارشد نے محلّہ دار الصدر ربوہ کے منظور حسین کے ساتھ آمنہ بی بی کا نکاح کر دیا۔ ربوہ کے مسلمانوں نے آمنہ بی بی (طاہرہ بی بی کا نیا نام) کو اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی۔

ربوہ کے مرزائی ڈاکٹر غلام حسین کو امتناع قادیانیت آرڈی ننس کی خلاف ورزی کے جرم میں آر ایم ربوہ کی عدالت سے تین مقدمات میں چھ بیس ۲۶ ماہ کی مجموعی سزائے قید سنائی گئی۔ تفصیلات کے مطابق مجرم نے دسمبر ۱۹۸۷ء میں ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کی عدالت کے سامنے دن کے بارہ بجے اذان دی تھی جس پر مولانا اللہ یار ارشد نے یکم جنوری ۱۹۸۸ء کو تھانہ ربوہ میں اس مرزائی "مرغے" کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈی ننس کے تحت مقدمات درج کرائے۔ اور ملزم پر درج ذیل الزامات عائد کئے۔

۱۔ ملزم نے مسلمانوں کی طرح اذان دی

۲۔ مرزائی لٹریچر تقسیم کیا اور اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔

۳۔ حضرت حسینؓ اور اہلبیت کے خلاف پمفلٹ تقسیم کئے۔

مرزائی ڈاکٹر نے سزا سنتے ہی عدالت میں رونا شروع کر دیا۔ "مرزے کی ککڑوں کوں" نے عدالت میں ایک سماں باندھ دیا۔ پولیس نے مجرم مذکور کو ڈسٹرکٹ جیل جھنگ بھیج دیا۔

۲۸ نومبر ۱۹۸۸ء کو مرزائیوں کے دجل و تلبیس کے ترجمان "الفضل" کی اشاعت دوبارہ شروع ہو گئی۔ یہ عوامی حکومت کا مسلمانوں کو پہلا تحفہ ہے۔ "الفضل" نے اپنی نئی اشاعت کے ساتھ ہی مرزائی مذہب کی تبلیغ اور اسے دینِ حق لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اس پر مولانا اللہ یار ارشد نے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف زیرِ دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی مقدمات درج کرائے۔ ان مقدمات میں مولانا خود مدعی ہیں۔ ایڈیٹر اور دیگر عملہ گرفتاریوں کے خوف سے فرار ہے۔

یاد رہے کہ "الفضل" نے ۱۹۸۴ء میں اپنی ایک اشاعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی اور صحابہ کرامؓ کی توہین پر مبنی گستاخانہ مضمون شائع کیا تھا۔ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعوذ باللہ بابا گورونانک کا ہم شکل لکھا۔ مولانا اللہ یار ارشد نے ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کو الفضل کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا۔ ربوہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں "الفضل" کے خلاف شدید غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ عالمی مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کی مسلسل انتھک جدوجہد کے نتیجے میں ۱۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کو حکومت نے "الفضل" بند کر دیا اور ضیاء الاسلام پریس ربوہ تین ماہ کے لئے مقفل کر کے سر بمہر کر دیا گیا۔ لیکن چار سال کی بندش کے بعد "الفضل" کے دوبارہ اجرا نے عوامی حکومت کے بارے میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر الفضل جاری رہتا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے دینی جذبات کی برابر توہین ہوتی رہی تو پھر ہمارے شکوک یقینی ہیں کہ عوامی حکومت درپردہ مرزائیوں کے دجل و تلبیس کی سرپرستی کر رہی ہے۔ ساہیوال اور سکھر کے مرزائی قاتل مجرموں کی سزائے موت کی معافی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اظہارِ تعزیت

ختم نبوت مشن برطانیہ کے رہنما مولانا سید اسعد اللہ طارق نے اطلاع دی ہے کہ ڈانکاسٹر میں ہمارے رفیق مہر محمد سرور صاحب کے بھائی مہر محمد انور صاحب وفات پا گئے اور چوہدری محمد اسلم صاحب کی اہلیہ انتقال کر گئیں۔ اسی طرح بدر منفیلڈ میں جناب فضل الٰہی صاحب کی والدہ ماجدہ خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ۔ امیر محترم جناب محمد حسن چغتائی مدظلہ۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ۔ مولانا سید فضل الرحمٰن احرار اور سید خالد مسعود گیلانی نے اپنے ان رفقاء سے دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اللہ پاک مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

سرگودھا

(نمائندہ خصوصی)

- عورت کی سربراہی
- اسلام میں جمہوریت
- اسلام میں طریقِ انتخاب
- قرآنِ حکیم اور علاجِ تنگیٔ داماں

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت، ابنِ امیرِ شریعت سیّد عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے دورۂ سرگودھا کی تفصیلی روداد ــــ نشستیں، تقریبات اور ملاقاتیں

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت سیّد عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے سرگودھا کے احباب کے دیرینہ مطالبے کے پیشِ نظر بالآخر ماہ دسمبر (۱۹۸۸ء) میں سرگودھا کے دورہ کا پروگرام طے فرمایا۔ شاہ صاحب مدظلہ کے اس دورہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی بڑھ گئی تھی کہ آپ کو مقامی "دفترِ احرار" کی تقریبِ افتتاح میں بطورِ خاص شرکت فرمانا تھی اور مقامی سطح پر اس سلسلہ میں بہت اشتیاق پایا جاتا تھا۔

پروگرام کے مطابق ۶، دسمبر کی شب بعد از مغرب عالمی مجلسِ احرارِ اسلام سرگودھا کے نئے دفتر کی تقریبِ افتتاح مختصر اور باوقار انداز میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر شرکاءِ تقریب کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات اور حضرت شاہ صاحب کے جوابات سے اس تقریب کی افادیت دوچند ہو گئی۔ انجمن تاجران اردو بازار (سرگودھا) کے سیکرٹری صاحب نے استفسار کیا کہ کیا عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ:

پاکستان کے حکمرانوں، سیاست دانوں اور علماء نے ۱۹۵۱ء سے جمہوریت کو قبول کیا ہوا ہے، جمہوریت ایک مستقل ریاستی نظام ہے جس میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ ووٹ عورت کا بھی ایک ہے اور مرد کا بھی ایک! عورت گاتی ہے، ناچتی ہے، اداکاری کرتی ہے، ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں میں اپنے پوز بیچتی ہے، عورت جسم اور فن بیچتی ہے، عورت وکیل ہے، عورت سیاست دان ہے، عورت بینکوں میں ہے، عورت پرائیویٹ سیکرٹری ہے، عورت سیل گرل ہے، عورت ماڈلنگ کرتی ہے، عورت مینا بازار لگاتی ہے، عورت ڈریسنگ شو میں پیش پیش ہے، عورت ملبوسات کی تشہیر میں اتاروہے ــــ جب ان تمام منازل میں مذکورہ طبقوں نے عورت کی ان حیثیتوں کو قبول کیا ہوا ہے، اس کے خلاف تو علماء نے کوئی جدوجہد نہ کی، اپنی خاموشی اور مداہنت سے اس کی تصدیق کی، تو اب مخالفت کی کیا تک ہے؟ جب علماء کا وہ طبقہ جو اپنے آپ کو ولی اللّٰہی تحریک کا وارث سمجھتا ہے ــــ اسی نے ۹ برس ایک عورت کی سربراہی اور موافقت میں جمہوری عبادت کو حلال سمجھا ہے تو اب یہ حرام کیوں؟ پھر اسی ظالم طبقۂ علماء نے عورتوں کی مخصوص نشستوں کے لئے خود بھی عورت کو ٹکٹ

دے دیا اور وہ کامیاب بھی ہوگئی، تو اب یہ چیخ و پکار بے معنی ہے، اور اس سے بھی پہلے ۱۹۸۳ء میں جماعتِ اسلامی کے پروردہ ریٹائرڈ جسٹس شیخ ظہور الحق صاحب نے اپنے زمانۂ ملازمت میں عورت کے لئے ہائی کورٹ کے جج ہونے کا قانونی فیصلہ فرما دیا تو یہ علما و ملت کیوں خاموش رہے؟ ان کی رگِ حمیت کیوں نہ پھڑکی؟ انہوں نے اس کے خلاف رٹ کیوں نہ کی؟ عورت کی شرعی حیثیت کے تعلق میں کوئی بھرپور اجتماعی جدوجہد کیوں نہ کی؟ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جب علماء نے جمہوری راستہ اختیار کیا ہے تو اس میں عورت ہی کیا، کوئی مرزائی بھی برسرِ اقتدار آسکتا ہے۔ براہِ راست نہ سہی بالواسطہ تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ انہوں نے جمہوریت مانگی، سو وہ اب آگئی۔ اسے قبول کریں کہ یہی جمہوریت ہے۔ اب تو یہ دیکھنا باقی ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ نفاذِ اسلام کے مدعی ملک میں کتنا اور کیسا اسلام لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں؟ اس موقع پر ایک اور دوست جناب منیر احمد صاحب نے سوال کیا۔ اسلام میں جمہوریت ہے یا نہیں ـــــ؟ شاہ صاحب نے فرمایا: ـــــ جب اللہ پاک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت دی تو کس سے ووٹ مانگا؟ پھر نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں دی، کسی اور کو کیوں نہ دی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ فاران پر کھڑے ہو کر نبوت کا اعلان کیا، توحید کی دعوت دی تو حضورؐ کو کتنے ووٹ ملے؟ آپؐ کے ساتھ کون تھا اس وقت؟ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور سردارانِ قبائل کو بیسیوں خطوط لکھے جن میں فرمایا:

۱۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی ملے گی۔

۲۔ اسلام قبول نہیں کرتے تو میری اجتماعی حیثیت کو قبول کرتے ہوئے میری ماتحتی قبول کرو۔

۳۔ میں تمہاری نگرانی کروں گا۔ تم جزیہ دو اور "ذمّی" بن کے رہو۔

ورنہ یہ تینوں صورتیں قبول نہیں ہیں تو آؤ تلوار سے دو ہاتھ کر لو ـــــ!

اب جمہوریت کے عاشقانِ نامراد فرمائیں تو سہی کہ ان تمام امور و اعمال میں آخر کہاں جمہوری "رویّہ" کارفرما ہے جبکہ حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ابوجہل پورے قبائلِ عرب کا سردار مان لیا گیا تھا۔ اس کی تاجپوشی ہونے ہی والی تھی کہ نبی کریمؐ نے نبوت کا اعلان فرما دیا اور اس عظیم "عرب دانشور" کا سارا کروفر خاک میں مل گیا۔ تو کیا تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی رائے، گواہی اور ووٹ کو اپنی شہادت، رائے اور ووٹ کے برابر سمجھا؟ اس کی کوئی سی حیثیت قبول کی؟ ـــ یقیناً نہیں! حضور علیہ السلام کے چچا ابولہب نے افلاطونی جمہوریت کے کافرانہ اصل الاصول ـــــ مفاہمت یا کمپرومائز کی بنیاد پر حضورؐ کو دعوت دی کہ عورت، دولت ـــــ اور حکومت لے لو مگر یہ لا الٰہ الا اللہ کی دعوت بند کر دو ـــ تو کیا حضور علیہ السلام نے نظریۂ ضرورت کے جمہوری

اصول کے مطابق ابولہب سے مفاہمت اختیار کی، اس سے بڑا سنہری موقع تو پھر کبھی بھی نہ ملا کہ دولت، عورت اور حکومت مل رہی تھی، گھر بھی آباد ہو رہا تھا اور طاقت بھی مل رہی تھی۔ بظاہر کتنی اچھی بات تھی کہ حضور علیہ السلام یہ CHANCE AVAIL کرتے، اپنی طاقت مضبوط کرتے اور بعد میں اپنی اسلامی حکومت کا اعلان کر دیتے! پھر کون تھا جو روکتا؟ گویا نبی ﷺ نے تو جمہوری اصولوں سے مفاہمت نہ کی مگر آج کے علماء، سیاستدان، حکمران اور عوام جمہوریت پر ایمان لے آئے ہیں ——— میں پوچھتا ہوں کہ بہادر شاہ ظفر سے لے کر خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کسی ایک خلیفہ، امیر المؤمنین، حاکم اور مسلمان بادشاہ کے عہد میں جمہوریت کا نام و نشان دکھا دو؟ ان کے نظام حکومت، نظریۂ حکومت اور طریق حکومت میں جمہوریت کا شائبہ تک ہی دکھا دو! انیسویں صدی کے آخر میں برطانوی ہند کے لارڈ کرزن (مشرک) نے ہندوستان میں ڈیموکریسی (جمہوریت) متعارف کرائی، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے ہم عصر علماء نے اسے رد کیا، دھتکار دیا اور اسے قبول کرنے والوں کو فرنگی سامراج کا ایجنٹ کہا۔ تب جمہوریت حرام تھی آج حلال؟ تب حرام کیوں تھی اور آج حلال کیسے ہو گئی؟ کچھ تو سوچیں! کیا ۱۸۰۸ء میں اسلام کچھ اور تھا اور آج ۱۹۸۸ء میں اسلام میں تبدیلی آ گئی ہے؟ اس کا جواب تو دراصل انہی علماء کے ذمہ ہے جو بزعم خویش تحریک ولی اللّٰہی کے پیروکار اور داعی ہیں۔ ہمارے نزدیک تب علماء مزاحمت پر یقین رکھتے تھے۔ اور آج کے جمہوریت زادگان مفاہمت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارا ماضی تو مجاہدوں، بہادروں، جرأت مندوں اور قربانی و ایثار کے پیکروں کا تھا۔ انہوں نے مزاحمت کی۔ قلمی مزاحمت، لسانی مزاحمت اور طاقت سے مزاحمت ——— ! لیکن آج کے سیاسی مولوی جن لوگوں کے حاشیہ بردار ہیں۔ یہ مفاد پرست، عیش کوش، مداہن، کفار و مشرکین کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھنے والے بزدل، ترمیم پسند اور سیکولر ریاست پر یقین رکھنے والے ہیں ——— اور اسی لئے مفاہمت کے بے ضمیر اصولوں کی تاریکیوں میں ڈوب کر مسلسل پستیوں میں گر رہے ہیں۔ ان ترمیم پسندوں اور مفاہمت پرستوں سے پوچھئے کہ پورے ملک سے اسلام کا نام لے کر شخصیت، جائیداد اور پارٹیاں بنانے والوں کو صرف ۸ اسیٹیں ملی ہیں اور اقلیت کے ان اٹھارہ دھڑوں سے یہ پارلیمنٹ میں آخر کیا خدمت سر انجام دیں گے؟ جبکہ یہ اٹھارہ کے اٹھارہ بھی باہم متفق تو کیا ہوں گے ——— متحارب مذہبی و مسلکی طبقات کے زیر جبر ہیں۔

شاہ صاحب اپنی بات مکمل فرما چکے تو فوراً ہی سوال کیا گیا کہ جناب! پھر اسلام کا طریق انتخاب کیا ہے ———؟

شاہ صاحب نے فرمایا کہ ——— یہ آپ لوگ جو جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور ووٹ کو گواہی اور رائے کا درجہ دیتے ہیں تو اسلام نے گواہ کے لئے تو پابندی لگائی ہے کہ وہ فاسق و فاجر نہ ہو، اور فاسق ہر وہ شخص ہے جو ڈاڑھی منڈاتا ہے، بازار میں کھاتا پیتا ہے، تانک جھانک کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، ملاوٹ کرتا ہے، بلاوجہ قسمیں اٹھاتا ہے وغیرہ وغیرہ ——— ! اور اس

سے آگے یہ کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا، زانی، شرابی اور جواری فاجر ہے۔ اب آپ ذرا اپنے اس پورے بازار میں سے پچاس آدمی تو ایسے تلاش کر دیں جو فاسق و فاجر نہ ہوں! آپ ہی کہیئے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ جو بات کہنے کی ہے وہ اسی قدر ہے کہ ہمارا عقیدہ و عمل جب اس بات کی گواہی دیں کہ متقی کو ہی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دینی ریاست کے قیام کے لئے رائے اور گواہی دے تو پھر باقی جھاڑ جھنکار ایک طرف پھینک دیں اور جو متقی ہیں ان کی رائے اور گواہی سے ریاست کا حکمران چن لیں اور اس کی بیعتِ خاص اور پھر بیعتِ عام کر لیں۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی نامزدگی ——!

سیدنا فاروق اعظمؓ کی نامزدگی ——!

سیدنا عثمان غنیؓ کا انتخاب (بذریعہ چھ بزرگوں کی انتخابی کمیٹی) ——!

سیدنا علیؓ کا انتخاب ——!

سیدنا حسنؓ کی نامزدگی ——!

سیدنا معاویہؓ کی اجتماعی بیعت (سیدنا حسنؓ سے صلح کے بعد ——!)

یہ دونوں طریقے اسلامی ہیں، شرعی ہیں۔ ان کے علاوہ جس قدر سسٹم ہیں، تمام کافرانہ و مشرکانہ ہیں، جن کا دور سے بھی اسلام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

یوں سوال و جواب کی یہ نشست دفترِ احرار کی تقریبِ افتتاح کا "اختتامیہ" بن گئی۔

شرکاءِ تقریب میں سید خالد مسعود گیلانی، حاجی محمد حنیف، عبدالرزاق صاحب، شمس الدین صاحب، محمد ارشاد چوہان صاحب، مولانا محمد طارق، مولانا محمد عاقل، سید محمد عابد بخاری، فیصل نیازی اور اردو بازار کی انجمن کے سیکرٹری اور نائب صدر صاحبان نمایاں تھے۔

اگلی صبح حضرت ابنِ امیرِ شریعت مدظلہ —— حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوری نے وقتِ ملاقات اپنے دونوں ہاتھ (ازراہِ شفقت) شاہ صاحب کے سر پر رکھ دیئے۔ شاہ صاحب سے احوالِ خانہ دریافت فرمائے۔ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کے متعلق دریافت فرمایا اور پھر سب اہلِ خانہ کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ آپ حضرات کا موجودہ حکومت کے بارے میں کیا تبصرہ ہے؟ اس پر شاہ صاحب

عرض کی کہ حضرت! علماء، سیاست دان اور عوام نے جمہوریت مانگی تھی اور اس مقصد کے لئے ان لوگوں نے بہت ہی غل غپاڑہ کیا ـــــ تو اب اللہ تعالےٰ نے انہیں جمہوریت دے دی ہے!

سرگودھا میں احباب جماعت نے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ مختلف نشستوں کا اہتمام کیا جن میں نئے احباب کی ذہنی تربیت کا خیال ملحوظ رہا ـــــ ۳ دسمبر کو سیٹلائٹ ٹاؤن میں شاہ صاحب نے دوران گفتگو "اثبات وجود باری" کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ :

ہر آدمی اگر غور و فکر کی قرآنی دعوت پر لبیک کہے اور پہلے اپنے وجود، وجود کی تخلیق اور جسم انسانی کی وسیع تر کائنات پر بھرپور نظر ڈالے تو سب سے پہلے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کا اپنا وجود اور جسم کے اجزاء اس کی آنکھ سے اوجھل ہیں۔ مثلاً عقل، ذہن، حافظہ، سماعت، نظر، شامہ، نطق ـــــ یہ تمام تخلیقات اس کے اپنے جسم میں ہیں۔ لیکن نہ تو انسان ان کی حقیقت سے واقف ہے اور نہ ہی یہ اس کے مشاہدہ میں آ سکتی ہیں۔ حالانکہ انسان نے گردہ، جگر، معدہ، انتڑیاں، دل، ہڈی تک تبدیل کرنے پر قدرت حاصل کر لی ہے۔ حتیٰ کہ بگڑے ہوئے پیدائشی نین نقش بھی پلاسٹک سرجری کے ذریعے حسن و جمال کے روپ میں آنے لگے ہیں۔ چپٹا ناک ستواں ناک بنا دیا۔ پچکے ہوئے کٹے پھٹے ہونٹ دبیز ہونٹوں کی صورت میں گوہر حقیقی بن گئے لیکن آج تک کوئی عقل و فکر کو مجسم نہ کر سکا ۔ مشاہدہ کا ہدف نہ بنا سکا۔ دن رات لوگ دہائی دیتے ہیں کہ جناب مجھے فلاں سے عشق ہے اور میں اس کے عشق میں جلا اور گھلا جا رہا ہوں۔ مگر یہ ظالم عشق و محبت مشاہدات و انکشافات کی زد میں آ سکے نہ سما سکے، نہ ان کی تجسیم ہو سکی ۔ اگر مشاہدہ، انکشاف اور حسیات کسی وجود کے ادراک اور تجسیم سے محروم ہیں تو اس کا ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے، جبکہ ہر دور کا انسان لطافتوں کا قائل رہا ہے اور آج کا محقق اور انکشافی انسان بھی لطافت اور اس کی بے پناہ قوت کا قائل ہے تو پھر جسم انسانی کی لطافتوں کا بھی معترف ہونا پڑتا ہے ۔ اور کوئی لطافت اسباب و عوامل کے بغیر وجود نہیں پاتی ۔ جو سبب اور عامل کسی بھی لطافت کے وجود کا سبب ہے وہ اس کا خالق ہے، مالک ہے اور معبود بھی ہے ۔ یہی اللہ پاک نے قرآن حکیم میں سمجھایا ہے اور بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ اور تمہاری جانوں میں (میرے موجود ہونے کے شواہد ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ جسم انسانی درحقیقت بکھری اور پھیلی ہوئی کائنات کی طرح گمرسمٹی ہوئی مجسم اور مختصر کائنات ہے اسی پر غور و فکر کرنے سے انسان کائنات کی قلبی و عقلی دبیز تہیں کاٹتا ہوا اللہ شناس بن سکتا ہے ۔ اور لطافتوں کے ادراک کے لیے انسان کو لطافت روح کو قوی تر بنانا ہوتا ہے کہ جو ادراکات کا مرکز ہے ۔ اور روحی طاقت کا حاصل کرنا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کے

بغیر ناممکن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو پہلے شرک میں کامل تھے) جب اتباعِ رسولؐ میں کامل ہوئے تو الہٰ شناس بن گئے، پھر دنیا کی کوئی طاقت، کوئی خوف اور کوئی لالچ انہیں اللہ کی چوکھٹ سے نہ ہٹا سکا۔

عالمی مجلسِ احرارِ اسلام سرگودھا کے دفتر میں ایسی ہی ایک "نشست" میں آزادیٔ نسواں، حقوقِ نسواں اور پردہ کے متعلق استفسارات کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحب نے اپنے خاص عالمانہ انداز میں ارشاد فرمایا:

قرآن حکیم تو حکمتوں سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ افسوس اس بات کا ہے، لوگ قرآن پڑھنے کے بجائے داستانِ عشق پڑھا کرتے ہیں، بلکہ اب اس سے بھی آگے بڑھ کر جنسی وڈیو فلمیں دیکھنے میں راحت و لذت پانے لگے ہیں، ورنہ قرآنِ حکیم میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے۔

عورتوں کے سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم میں دو حکم ہیں ستر اور حجاب ——— ستر کا تعلق ننگیز ڈھانپنے سے ہے اور عورت کا ننگیز تو اس کا سارا جسم ہے۔ جس کا ڈھانپنا اس کے لئے فرض ہے واضح رہے کہ وہ برقعہ یا چادر سے جسم نہیں چھپاتی۔ اس قرآنی حکم کو OPPOSE کرتی ہے اور اس مکروہ اپوزیشن کو اللہ اور اس کا رسولؐ ہرگز قبول نہیں کرتے، بلکہ اس بُرے عمل کو فساد کہتے ہیں حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے مقابلہ میں ہر وہ عمل جو اپوزیشن کی شکل میں سامنے آئے وہ فساد فی الارض ہی ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۔ "دنیا کی اصلاح کے بعد دنیا میں فساد مت پھیلاؤ۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ برس کی قرآنی محنت کے بعد دنیا کو فلاح و اصلاح کا گہوارہ بنایا۔ اب جو قوم بھی اس انقلاب نبویؐ کے مقابلہ میں اپنی ترجیحات بدلے گی اور دنیا پرست ہونے کا طعنہ دے کر قرآنی احکام میں ترمیم و اضافہ کا جرم کرے گی۔ اس دنیا میں اس سے بڑا اور بُرا فسادی کون ہو سکتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو امن کی حالت میں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے، ریاست کی ملکہ نہیں بنایا ——— اور آپؐ نے عورت کو نابینا مرد دیکھنے سے بھی روکا ——— آپ نے اپنی تیرہ خواتین اہل بیت میں سے کسی ایک کو بھی اپنی شوریٰ کا رکن تک نامزد نہ کیا۔ اپنی پھوپھیوں، خالاؤں، بیٹیوں غرضیکہ خاندان کی کسی ایک عورت کو کوئی عہدہ کوئی منصب نہ دیا بلکہ ان کی راجدھانی گھروں کو قرار دیا۔

وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا ۔ عورت اپنے گھر کی حاکمہ (QUEEN OF HOUSE) ہے۔

ہاں، ہنگامی حالات میں مثلاً غزوۂ اُحد کے موقعہ پر سیدۃ عالمین عائشہ بھی زخمیوں کو پانی پلاتی ہوئی نظر آتی ہیں اور

اور یہ دین کا خواتین پر حق ہے کہ جب دین پر آفتیں ٹوٹیں تو پھر عورت گھر میں نہ رہے بلکہ دین کی عین منشا کے مطابق ایک پاک باز مجاہدہ کا روپ اختیار کرے۔

تہذیب مغرب WESTERN CIVILIZATION کے سانپ کی ڈسی ہوئی عورت آج اپنی ثقافتی بدکاریوں کے جواز کے لئے جنگ احد کی مثال پیش کرے بھی، تو ظاہر ہے کہ یہ استدلال نہیں، استحصال ہے۔ اور اسی استحصال کی زد میں چہرہ کا پردہ بھی ہے —— خالی چہرہ نہیں فل میک اپ والا ابلیسی چہرہ ہے —— جو ہزاروں فتنوں کا دروازہ ہے اور فتنوں کے اس کھلے دروازے کو قرآن حکیم حجاب کے حکم سے ہمیشہ کے لئے بند کرتا ہے۔

فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ۔ پھر تم اوٹ سے مانگو۔

یعنی تم نے اگر اپنے بزرگوں کے گھروں سے یا اپنے اعزہ و اقربا کے گھروں سے کچھ مانگنا ہے، کچھ پوچھنا ہے تو حجاب (اوٹ) سے مانگو۔ اس سے حجاب ظاہری و حجاب باطنی دونوں مراد ہیں۔ دروازہ، پردہ یا حق کی اوٹ سے اور بے حجابانہ انداز گفتگو بھی نہ ہو —— فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

عورت بھی کسی غیر محرم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے نرم اور میٹھے لہجے میں گفتگو نہ کرے بلکہ کھری کھری بات کرے۔

یہ اس لئے تاکہ کسی مریض دل کی بیماریوں میں اضافہ نہ ہو اور خوشبوؤں کے ماحول میں عفونت نہ پھیلے اور کردار ستون کی گنجائش نہ نکلے۔ آواز، الفاظ، لب و لہجہ، اختصار اور ادب —— ان تمام باتوں میں احتیاط سے ہی دل باطنی بیماریوں سے بچ سکتے ہیں —— اور زندگی کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے دل کا پتوار ہی قوی توانا اور مضبوط ہو تو کامیابی ہو سکتی ہے، ورنہ ہر بھنور میں، ہر گرداب بلا میں ڈوبنے اور ہچکولے کھانے کا خطرہ منڈلاتا رہتا ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں کس طرح حکم دیا گیا ہے کہ،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۔

اے نبی! اپنی بیگمات اور بیٹیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر ڈال لیں۔

کہ لباس پہننے کے بعد بھی عورت کو مزید ڈھانپنا مقصود ہے تاکہ جسم کے زاویے بھی جنس مخالف (OPPOSITE SEX) کی نظروں سے اوجھل اور چھپے ہوئے ہوں۔ اور جنسی فتنوں اور جنسی دعوت کے تمام اسباب مفقود ہوں۔ اسلام دراصل جنسی انارکی کے تمام چھوٹے بڑے راستوں کو بند کرنا چاہتا ہے اور یہ اس وقت تک ممکن ہی نہیں، جب تک خواتین، خواتین بن کر نہ رہیں۔ جس آزادی کو موجودہ عہد کی یونیورسٹائزڈ وومین حاصل کرنا اپنا حق

سمجھتی ہے۔ اس آزادی میں عورت کیلے کی چھلی اور سنگترے کی قاش سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ جو عورت بال کٹوائے چہرہ میک اپ سے سجائے اور اسے ننگا رکھے۔ نیم آستین اور کھلے گلے والی چست قمیص پہن کر اپنی سمارٹ نیس شو کرے۔ شوخ اور بھڑکیلے رنگ کا لباس پہنے۔ مردوں کے ساتھ ہنس ہنس کے گفتگو کرے۔ مردوں کے روبرو بیت بازی، لطیفہ گوئی اور طنز و ملیح کے فقرے چست کرنے کا مظاہرہ کرے۔ پرائیویٹ سیکرٹری بنے، ڈرامہ تھیٹروں اور فلموں میں کام کرے۔ بازار، ہوٹل، بس، ٹرین، اسٹیشن، اڈہ، بس سٹاپ اور کالج، سکول آتے جاتے لڑکوں اور مردوں کو ہوٹ کرے، بات بے بات پہ قہقہے بکھیرے۔ لڈی، بھنگڑا، ٹوسٹ (TWIST) کتھک اور بریک ڈانس کرے۔ اپنی جنسیت کی نمائش کرے، برہنہ سر گریبان کھولے سینہ کوبی کرے۔ اپنے پسندیدہ نوجوانوں کے ساتھ "تعلیمی ماحول میں" بانہوں میں بانہیں ڈال کر چلے، حرص بھر کے سگریٹ پیئے، کلب کی ممبر بنے، شراب پئے۔ کبڈی، فٹ بال، ہاکی، جمناسٹک، تیراکی اور مقابلۂ حسن میں شریک ہو۔ سیاست اور وکالت کے میدان میں بھی کود پڑے۔ پھر عدالت و حکومت کے سنگھاسن پر بھی براجمان ہو ——— تو ظاہر ہے یہ اللہ و رسول ﷺ کی مطلوبہ و پسندیدہ عورت نہیں ——— اور ہرگز نہیں ——— ! یہ "آدھی عورت" ہے ——— زمانۂ جاہلیت کی جاہل، وحشی، گنوار اور جنگلی عورت ہے۔ یہ عورت فرنگیوں اور سامراجیوں کی دریافت ہے۔ ایسی عورت ——— ہرگز ہرگز عائشہ و فاطمہ (رضی اللہ عنہما) کی پیروکار نہیں ہے بلکہ الزبتھ ٹیلر اور صوفیا لورین کی ثقافتی دخترِ بداختر اور روحانی و معنوی اولاد ہے۔ اصول و اعتقادات کی روشنی میں پنپنے والے سیاسی و سماجی تشخص میں ایسی "ہمہ صفت موصوف" آزاد آوارہ اور بدکارہ عورت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کا حالیہ دورہ سرگودھا، گو قدرے مختصر رہا۔ مگر اس سے اس کی اہمیت اور افادیت میں چنداں فرق نہیں آیا۔ جیسا کہ قارئین نے ——— دورہ کی روداد سے بھی اندازہ لگا لیا ہوگا۔ مقامی سطح پر اس دورہ کے اثرات ان شاء اللہ دور رس نتائج کے حامل ہوں گے۔ اور اب جبکہ سرگودھا شہر کے وسط میں عالمی مجلسِ احرار کا دفتر باقاعدہ قائم ہو چکا ہے۔ بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ یہاں پر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، دفاع و اتباعِ صحابہ رض اور قیامِ حکومتِ الٰہیہ کے نقیب و داعی، قافلۂ احرار کے سرفروشوں کی "نفری" اور "سرگرمی" دونوں میں اضافہ ہوگا۔

لاہور میں نقیبِ ختمِ نبوت کے ایجنٹ

"شفق پبلی کیشنز" عزیز مارکیٹ اُردو بازار — جہاں نقیبِ ختمِ نبوت، کے علاوہ دیگر دینی، ادبی اور تاریخی کتب بھی دستیاب ہیں۔!

ملتان
نمائندہ خصوصی

○ جمہوریت نفاذِ اسلام کا ذریعہ نہیں
○ اربابِ اقتدار مرزائیوں کو کھلی چھٹی نہ دیں
○ بہاولپور کے سرکاری محکمے مرزائیوں کی زد میں کیوں؟

عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس

۱۶ دسمبر کو عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس دار بنی ہاشم ملتان میں امیر مرکزیہ جناب محمد حسن چغتائی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں عام انتخابات کے بعد تازہ ترین ملکی، قومی اور سیاسی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں پر بھی غور وخوض کیا گیا اور ربوہ میں قادیانیوں کے سالانہ ارتدادی اجتماع پر پابندی لگانے کے سرکاری اعلان کا خیر مقدم کیا گیا۔ جماعت کے تنظیمی امور کے علاوہ مختلف شاخوں کے مسائل بھی زیر بحث آئے۔ ارکان اجلاس نے متفقہ طور پر اپنے بیان میں کہا کہ مجلسِ احرار اسلام کی شروع دن سے پختہ رائے ہے کہ مروجہ نظامِ جمہوریت کے تحت اسلامی نظام تو کیا اصلاحِ احوال کی بھی کوئی امید نہیں۔ اور جو مذہبی جماعتیں اور بزعم خود دینی رہنما یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس جمہوریت کے ذریعہ اسلام نافذ کریں گے۔ انہیں موجودہ انتخابات کے نتائج سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ عوام نے انہیں اور ان کی جماعتوں کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔ اس لئے اب دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں دو ٹوک فیصلہ کرنا ہوگا۔ (۱) یا اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں یا اسلام کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ کم از کم علماء اور دینی جماعتیں اسلام کو کفریہ نظاموں جمہوریت اور اشتراکیت کے سہاروں کا محتاج نہ کریں۔ اور اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو پھر اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم رکھنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اجلاس میں متعدد قراردادوں کے ذریعے متفقہ طور پر مطالبہ کیا گیا کہ:

امتناع قادیانیت آرڈیننس پر عمل درآمد کرایا جائے۔

ساہیوال اور سکھر میں مسلمانوں کے قتل میں ملوث فوجی عدالتوں سے سزا یافتہ قادیانیوں کی سزائیں بحال رکھی جائیں

اور ان پر فوری عمل درآمد کرایا جائے۔ نیز تخریبی کارروائیوں، قتل و غارت اور ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث، سزا یافتہ مجرموں کو سیاسی قیدی کے طور پر رہا کر کے ملک میں انارکی اور افراتفری کو فروغ نہ دیا جائے ــــــ لواحقین کی مرضی کے بغیر دنیا کا کوئی قانون قاتل کو معافی کی اجازت نہیں دیتا۔

مرزائیوں کے ترجمان روزنامہ "الفضل" کا ڈیکلریشن جو ۲۱ نومبر کو صوبائی حکومت نے چار سالہ قانونی بندش کے بعد بحال کر دیا ہے، پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ الفضل پر فوری پابندی عائد کی جائے اور مرزائیوں کی حوصلہ افزائی بند کی جائے۔ اجلاس نے مطالبہ کیا کہ مارچ ۱۹۸۹ء میں ربوہ میں قادیانیوں کے صد سالہ جوبلی جشن پر پابندی کا اعلان کیا جائے۔ مرزا طاہر کی پاکستانی شہریت ختم کر کے اس کی جائیداد ضبط کی جائے۔ اجلاس میں بہاول پور میں اہم سرکاری عہدوں پر مرزائیوں کی تعیناتی پر بھی تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا چونکہ سب سے پہلے بہاول پور میں مرزائیوں کو کافر و مرتد قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے مرزائی بہاول پور کے متعلق انتہائی منتقمانہ جذبات رکھتے ہیں۔ اور اس سرزمین کو اپنی آماج گاہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ چنانچہ آج کل گہری سازش کے ذریعے بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال محکمہ خوراک اور محکمہ ٹیلیفون سمیت متعدد محکموں کی کلیدی اسامیوں پر مرزائی افسران مسلط ہیں۔ اجلاس نے مطالبہ کیا کہ فی الفور ان کا تبادلہ کیا جائے۔ اور یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ تحفظ صحابہ کرام آرڈیننس پر بھی موثر عمل درآمد کرایا جائے۔ اجلاس نے موجودہ ملکی صورت حال کو انتہائی غیر یقینی قرار دیتے ہوئے عدم اطمینان کا اظہار کیا ــــــ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر کو ربوہ میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ پر پابندی کو بحال رکھنے کے سرکاری احکام کو سراہا۔

اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ۔ امیر مرکزیہ محمد حسن چغتائی مدظلہ، خطیب مسجد احرار ربوہ مولانا اللہ یار ارشد۔ مولانا محمد اسحاق سلیمی۔ سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ۔ سید خالد مسعود گیلانی۔ سید محمد کفیل بخاری اور دیگر مندوبین نے شرکت کی۔

فارم داخلہ کے مذہب کے خانہ میں مسلم کی بجائے قادیانی لکھنے پر مجبور ہو گیا! ملتان کا مرزائی طالب علم

گورنمنٹ رفاہ عام ہائی سکول ملتان کے طلباء کا مجاہدانہ اقدام

ملتان (نمائندہ خصوصی) گورنمنٹ رفاہ عام ہائی سکول ملتان کا معیاری سکول ہے گزشتہ دنوں میٹرک کے

امتحانات کے سلسلہ میں طلباء فارم داخلہ پُر کرنے میں معروف تھے کہ سکول کے ایک مرزائی طالب علم نے فارم داخلہ کے مذہب کے خانہ میں اپنے آپ کو مسلمان لکھا۔ طلبہ اُس کے تعاقب میں تھے۔ طلبہ کا بیان ہے کہ اس نے قرآن خوانی کے امتحان میں بھی حصہ لینے کی کوشش کی اس طرح وہ اپنے آپ مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ طلباء نے زبردست احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ مذکورہ طالب علم اپنا مذہب قادیانی لکھے اور قرآن خوانی میں حصہ نہ لے نہ ہی قرآنِ پاک کو ہاتھ لگائے کیونکہ وہ ناپاک ہے اور غیر مسلم ہے۔ جماعت دہم کے انچارج استاد صاحب نے یہ معاملہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کیا۔ طلبہ کے احتجاج پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے مرزائی طالب علم سے کہا کہ اگر تم مرزائی ہو تو اپنے آپ کو مسلمان کیوں لکھا۔ اس نے معافی مانگی اور فارم پر اپنے آپ کو قادیانی لکھا یوں جماعت دہم کے طلبہ کے مجاہدانہ اقدام سے مرزائی دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ سکول کے طلبہ نے نمائندہ خصوصی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دل میں مرزائیت کے خلاف نفرت اور عقیدۂ ختم نبوت سے محبت مجلس احرارِ اسلام کے رہنماؤں اور جیالے کارکنوں کی محنت کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ احرار کا شعبۂ تبلیغ تحریکِ تحفظِ ختم نبوت اِس سلسلہ میں گزشتہ پچاس برس سے جدوجہد میں معروف ہے۔ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتنۂ مرزائیت کے خلاف جس عوامی دینی تحریک کو جاری فرمایا تھا آج وہ ہم سب کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے اور ہم عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

تلہ گنگ

واصف رُومان

- صحابۂ کرام کی انقلابی جدوجہد ہی نفاذِ اسلام کا ذریعہ ہے جمہوریت نہیں۔
- ترمیم پسند علماء انتخابی نتائج سے عبرت حاصل کریں۔
- بنیاد پرست علماء دینی انقلاب کی جدوجہد تیز کر دیں۔
- "نفاذِ اسلام" دینی قوتوں کے اتحاد کی واحد قدرِ مشترک ہے۔
- ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المؤمن بخاری کا اجتماعِ جمعہ سے خطاب

گزشتہ دنوں عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب صدر ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہٗ ایک روزہ تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں تلہ گنگ تشریف لائے۔ جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے کہا؛

ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ دین کی وہ حیثیت جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی اسے ادا کرتے رہیں۔ ایک حیثیت وہ ہے جو ہم اپنی مرضی و منشا کے تحت ادا کرتے ہیں۔ ایک حیثیت خود دین ہے۔ دین اللہ کا ہے اور اس کا ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ انہوں نے کہا کہ "جو آدمی جس فن کا اہل ہو اس سے وہ کام لینا چاہیئے۔ ترکھان سے درزی اور تعلیم یافتہ فرد سے جوتا گانٹھنے کا کام نہیں لیا جاسکتا۔ تو وہ آدمی جس نے دین کا علم حاصل نہ کیا ہو اسے دینی علوم کا ماہر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ آج ہر وہ دین جس کا دین کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں دین کے معاملے میں اپنی رائے اور دخل دے دے کر اس کے بخیئے ادھیڑ رہا ہے"۔

انہوں نے کہا کہ " نبی زندگی کے ہر مقام پر رہبری کے لئے موجود ہے۔ وہ خود کامل ہے اور اپنے ساتھیوں کو کامل بناتا ہے۔ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ کیا دیا۔ دنیا بھر کی مصیبتیں اُن پر ٹوٹ پڑیں لیکن وہ ہر مقام و مرحلے پر ثابت قدم رہے۔ اگر صحابہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وفا نہ کرتے تو ہمیں نبوت کی نورانی کرنیں کبھی نہ پہنچتیں"۔

آپ نے فرمایا کہ " جس اللہ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس پر حکم بھی اُسی کا چلے گا۔ مجلس احرارِ اسلام کا نعرہ حکومتِ الٰہیہ اُسی حکم کی صدائے بازگشت ہے۔ ہمارے اعتقادات، عبادات، معاملات، سیاسیات، معاشیات، معاشرت اور تہذیب و تمدن کا تعلق صرف اور صرف دین سے ہے۔ لیکن ہم نے اس سے بغاوت کی۔ گزشتہ چالیس برس سے اس ملک کا مقصد لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ بتایا جا رہا ہے۔ اندرونِ خانہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ لوگوں نے اپنی جاگیر و تہذیب کے لٹ ن پٹانا، بہو، بیٹیوں، بہنوں کی عزتیں لٹانا اور لاکھوں بچوں کو یتیم کرانا قبول کیا کہ اس مملکتِ خداداد میں لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کا راج ہوگا اور ہمارا معاشرہ ایمان اور مساوات کا نمونہ ہوگا لیکن وا حسرتا! چالیس برس گزرنے کو آگئے ہیں۔ اس ملک میں سب کچھ آیا مگر اسلام نہیں آیا۔ صدارتی اور پارلیمانی نظام ہائے حکومت آئے لیکن اسلامی نظامِ حکومت نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے کہ ہم سربسجود ہو کر اور گڑگڑا کر اپنے پالنہار اور داتا سے اپنی بغاوتوں اور سرکشیوں کی

معافی مانگیں اور اس کے دین کو اس کا اصل مقام بخشیں"۔

انہوں نے موجودہ ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"پیپلز پارٹی نے موجودہ الیکشن میں واضح اکثریت حاصل نہیں کی بلکہ سادہ اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے جس کی وہی وجہ ہے جو ۷۰ء کے الیکشن میں تھی کہ دینی قوتوں نے لادین عناصر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی قوتیں مختلف سمتوں میں بکھیر دیں اور پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ ان حالات کو مجلس احرار اسلام اور تحریک نفاذ اسلام بڑی سنجیدگی کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ انہوں نے علماء کرام پر زور دیا کہ ان حالات کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے فروعی اختلافات ختم کر دیں۔ اور باہم مل کر اتحاد و یکجہتی کے ساتھ نفاذ اسلام کی واحد قدر مشترک کیلئے جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کریں تاکہ اسلام کا اقتدار اور وقار بحال ہو اور لادین عناصر کا یہ پروپیگنڈا ختم ہو کہ دین ہر فرد کا انفرادی معاملہ ہے اجتماعی نہیں"۔

انہوں نے علمائے کرام سے اپیل کی کہ وہ حاضر ناظر، نور بشر اور حیات ممات جیسے فروعی مسائل بیان کرنے کی بجائے ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری، عریانی فحاشی، اقتصادیات و معاشیات، دیگر اہم ملکی و معاشرتی اور عصر حاضر میں درپیش بین الاقوامی مسائل کو موضوع بنائیں اور ان کا حل پیش کریں۔ ورنہ کراچی میں ایم۔کیو۔ایم کے ہاتھوں اپنی تباہی و بربادی کا منظر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اسکی ایک ہی وجہ ہے کہ آپ نے فروعی مسائل کو تو بڑھا چڑھا کر لہک لہک کر اور خوش الحانی و خوش بیانی اور غمزہ و ادا کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن معاشرہ میں اٹھنے والے گھمبیر مسائل سے غفلت برتی۔ جب کہ لسانی اور صوبائی تعصب کے علمبرداروں نے عوامی حقوق کا نعرہ لگا کر عوام کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ بعد میں پچھتانے سے کہیں بہتر ہے کہ اپنے فکر اور رویّہ میں تبدیلی پیدا کی جائے۔ نوجوان نسل کو سوشلزم اور کمیونزم کا نوالہ تر بننے سے بچایا جائے۔ مبادا روز محشر ان کا ہاتھ آپ کے گریبان تک پہنچ جائے۔

آپ نے فرمایا کہ آج کے عہد اور ہر دور میں نفاذ اسلام کیلئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی انقلابی جدوجہد کا نظریۂ عمل ہی معیار و حجت ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام ہی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونۂ کامل ہیں اور امت کے لئے آئیڈیل جماعت ہیں ان کا دفاع اور انہی کا طریقۂ جدوجہد ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ سب صحابہ راشد و عادل ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق سے لے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم تک

کا دورِ خلافت صحابہ نظامِ ریاست و مملکت چلانے کے لئے ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ نظامِ حکومت چلانے کے لئے جمہوریت جیسے کفریہ نظامِ ریاست کا سہارا لینا اسلام کے منافی ہے۔ اسلام کا قیام و نفاذ تب ہی ممکن ہے جب علماء اور تمام مسلمان مل کر اسلام کے انقلابی طریقہ جدوجہد کو اپنائیں اور تمام کفریہ نظاموں کی بساط الٹ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ترمیم پسند علماء انتخابی نتائج سے عبرت حاصل کریں اور بنیاد پرست علماء دینی انقلاب کی جدوجہد تیز تر کر دیں۔

گڑھاموڑ

رنگین خان خٹک

• عالمی مجلس احرارِ اسلام کے نئے دفتر کی افتتاحی تقریب
• قائد تحریکِ ختمِ نبوت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ کا احرار کارکنوں سے خطاب

گڑھاموڑ (ضلع وہاڑی) میں عالمی مجلس احرار اسلام کے جانباز کارکن حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی مدظلہ کی سرپرستی میں فتنہ مرزائیت اور دیگر دین دشمن طبقوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہیں۔ وہاڑی روڈ پر واقع مدرسۃ العلوم الاسلامیہ جماعت کا اہم مرکز ہے۔ مقامی کارکن ایک عرصہ سے یہاں جماعت کے دفتر کے قیام کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ قائد تحریکِ ختمِ نبوت ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ، مرکزی ناظمِ اعلیٰ عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان، حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی اور دیگر مقامی کارکنوں کی دعوت پر دفترِ احرار کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے یکم دسمبر ۱۹۸۸ء کو یہاں تشریف لائے۔ یہ دفتر خانیوال روڈ پر قائم کیا گیا۔ اور عرصہ تین ماہ میں مولانا محمد اسحاق سلیمی اور دیگر احرار کارکنوں کی مخلصانہ جدوجہد سے پینتیس ہزار روپے کی لاگت سے اس کی تعمیر اور ضروریات مکمل کی گئیں۔

یکم دسمبر کو بعد نمازِ ظہر دفتر کے سامنے کھلے میدان میں تقریب کا اہتمام ہوا جس میں احرار کارکنوں کے علاوہ کثیر تعداد میں معززین شہر نے بھی شرکت کی۔ مقامی جماعت کے صدر صوفی محمد یوسف صاحب کی زیرِ صدارت تلاوتِ قرآن کریم سے تقریب کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی نے افتتاحی کلمات میں مجلس احرار اسلام کی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ آپ نے جماعت کے قیام ۱۹۲۹ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک کی محنت اور کام کا جائزہ پیش کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ مجلس احرارِ اسلام کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے ۱۹۳۴ء میں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں قادیان میں ختمِ نبوت کا جھنڈا لہرایا اور جماعت کا باقاعدہ ایک شعبہ تحریک تحفظ ختمِ نبوت کے نام سے قائم کیا۔ اسی طرح ۱۹۷۶ء میں فرزندانِ امیرِ شریعت کی قیادت میں تاریخ میں پہلی مرتبہ ربوہ میں مسلمان فاتحانہ انداز

میں اجتماعی طور پر داخل ہوئے اور مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد "احرار" کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مولانا نے اکابر احرار حضرت امیر شریعت، چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہم اللہ علیہم کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، جنہوں نے محاسبہ مرزائیت کے لئے اپنا وجود اور اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو وقف کر کے تحریک ختم نبوت کو عوامی تحریک بنا دیا۔

قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے فلک شگاف نعروں کی گونج میں دفتر احرار کا افتتاح فرمایا اور پرچم کشائی کی۔ کارکنان احرار اور شہریوں کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ وہ آج بہت خوش تھے۔ ان کی آنکھوں میں وہ منظر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ جب حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اسی پرچم کو لہرایا کرتے تھے۔

قائد محترم نے اس موقع پر اپنے مختصر خطاب میں فرمایا:

"احرار کے جانباز اور غیور ساتھیو! عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی عزیز جانوں کی قربانی دی ہے۔ اور کفر و اسلام کے درمیان اپنے خون سے سرخ لکیر کھینچ دی۔ اسی سرخ لکیر یعنی صراط مستقیم پر چلتے ہوئے مجلس احرار اسلام کے اکابر اور بہادر کارکنوں نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے نام سے ایک بہت بڑی تحریک برپا کی اور تیرہ ہزار جانبازان احرار اور فدائین ختم نبوت اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ ہم اسی مقدس خون کی پکار ہیں اور ان شہداء کے مشن کے امین ہیں۔ ہم پورے یقین اور شرح صدر کے ساتھ اس راستے پر چل رہے ہیں۔ ہمارا راستہ سچا راستہ ہے اور ہماری منزل حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔

ساتھیو! آؤ آگے بڑھو اور پرچم احرار تھام لو۔ پوری قوت کے ساتھ اکابر احرار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کفر اور تمام طاغوتی قوتوں کا بستر لپیٹ دو۔ آپ نے کارکنوں کو دفتر کے قیام پر مبارک باد دی۔ اختتام تقریب پر شہریوں اور کارکنوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ کارکنوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ضلع وہاڑی میں مجلس احرار اسلام کا کام تیز تر کر دیا جائے گا۔ اور تحریک ختم نبوت کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کیا جائے گا۔

سالانہ خریدار توجہ فرمائیں

جن معزز خریداروں کا سالانہ چندہ اس شمارہ پر ختم ہو رہا ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مبلغ ۵۰/ روپے جلد روانہ فرمائیں انہیں سرخ نشان کے ساتھ رسالہ بھیجا جا رہا ہے تاکید مزید کیلئے ایک خط بھی ارسال کیا گیا ہے۔

مطبوعات تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان

- مشاہداتِ قادیان (حضرت مولانا محمد عنایت اللہ چشتی) -/۵۰ روپے
- اسلام اور مرزائیت (حضرت مولانا محمد عبداللہ) -/۱۰ "
- تاریخ محاسبۂ قادیانیت (پروفیسر خالد بشیر احمد) -/۷ "
- تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (جدوجہد احرار کے پس منظر میں) (سید کفیل بخاری) -/۸ "
- مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان (مولانا ادریس کاندھلوی) -/۱ "
- مسلمان اور کادیانی (علامہ اقبال) -/۱ "
- Qadianis Traitors To Islam By Iqbal -/5 "
- Ahmadiya Movement By- H.A. WALTER -/1 "
- Qadianism by Abulhasan Ali Nadvi
- Khatme-Nubuwwat A key to human peace. By Ch. Afzal-Haq -/1 "
- احرار اور مسلم لیگ (محمد رفیق اختر) -/۱۰ "
- یادگارِ بخاریؒ (رحیم بخش سیال) -/۱۰ "
- آتشِ ایران (سید آلِ عمران مشہدی) -/۵۰ "
- الناہیہ عن طعن امیر معاویہؓ (مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ) -/۱۲ "
- حضرت حسینؓ کے قاتل -/۲ "
- مسئلہ ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں (حضرت مفتی محمد اسحٰق صدیقی) -/۱۲ روپے
- لہٗ دعوت الحق (حضرت مولانا محمد عبداللہ) -/۲۰ "
- قادیانیوں کا چہرہ (مولانا عاشق الٰہی) -/۵ "
- مرزائیت (ابو مدثرہ) -/۱ "
- مرزا غلام کادیانی سرسید احمد خان کی نظر میں -/۱ "
- فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام قادیانی
- تاریخ احرار (مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ) -/۳۵ "
- مقدماتِ امیرِ شریعت (جانشینِ امیرِ شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہٗ) -/۳۰ "
- مسئلہ شہید گنج (مولانا مظہر علی اظہرؒ) -/۱۲ "
- غبارِ کارواں (قائدِ احرار شیخ حسام الدینؒ) -/۵ "
- سرخ لکیر (مدیرِ احرار ماسٹر تاج الدین انصاریؒ) -/۱۰ "
- بلبلِ حریت امیرِ شریعت (مجموعہ مضامین) -/۱۰ "
- سید عطاء اللہ شاہ بخاری (عبدالغنی فاروق) -/۵ "
- خمینی کے بارے میں علماء کا متفقہ فیصلہ (مولانا منظور نعمانی) -/۲۴ "
- ایرانی انقلاب، خمینی اور شیعیت " -/۲۵ "
- خونِ عثمانؓ -/۱۰ "

نقیبِ ختمِ نبوت
امیرِ شریعتؒ نمبر

حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مجاہدانہ زندگی اور انقلاب آفرین جدوجہد پر ملک کے نامور اہلِ قلم، ہم عصر اور علماء کے مضامین کا مجموعہ۔ محدود اسٹاک موجود ہے۔ جلد طلب فرمائیں۔ قیمت -/۶۰ روپے

نئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں: ۱۔ لہٗ دعوت الحق (مرزائیوں کو دعوتِ اسلام۔ مولانا محمد عبداللہ) -/۲۰ روپے

۲۔ محدثِ اعظم امامِ اعظم ابو حنیفہؒ (مولانا محمد یعقوبؒ) -/۱۰ روپے، ۳۔ سرخ لکیر (ماسٹر تاج الدین انصاری) -/۱۰ "

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان ۔ فون نمبر ۷۲۸۱۳

آئیے۔ اللہ کی رِضا اور اَجر حاصِل کیجئے۔!

ہمارے دینی اِدارے اَور مُستقبل کے منصُوبے

مُسلمان توجّہ فرمائیں

★ —— مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب —— دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ —— پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مُسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی اِدارے بُنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ مُلک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یُوں ہے:

★ مدرسہ معمُورہ —— مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان ——
★ مدرسہ معمُورہ —— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان فون ۲۸۱۳۰
★ مدرسہ محمُودیہ معمُورہ —— ناگڑیاں ضلع گجرات ——
★ جامعہ ختمِ نبوّت —— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— سرگودھا روڈ ربوہ ——
★ دارُالعلُوم ختمِ نبوّت —— چیچہ وطنی - فون نمبر: ۲۹۵۳ ——
★ مدرسہ ابُو بکر صِدّیق —— تلہ گنگ ضلع چکوال ——
★ یُو کے ختمِ نبوّت مِشن —— (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ ——

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصُوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمُورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مُبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت —— یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

فقیر سیّد عطاءُ المحسن بُخاری
مُدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ مُلتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لیمٹڈ حسین آگاہی ملتان